مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصار الدین

نومبر، دسمبر ۲۰۱۵ء ہجری شمسی ۱۳۹۴ جلد ۱۲ شمارہ ۶

مجلس انصار اللہ یوکے کے تحت شجر کاری



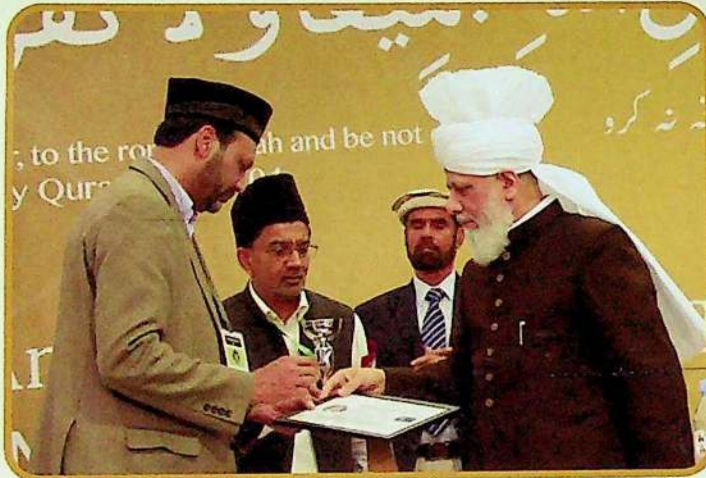
Charity walk for Peace 2015

By the Grace of Allah Majlis Ansarullah UK is holding charity walks since 1987. This is now a very important yearly event in Majlis Ansarullah UK's calendar. As this has grown into a huge event, with the approval of Hazoor e Aqdas(aba) this has now been registered as a charity in its own right as"Charity Walk for Peace". The website address is www.charitywalkforpeace.org.

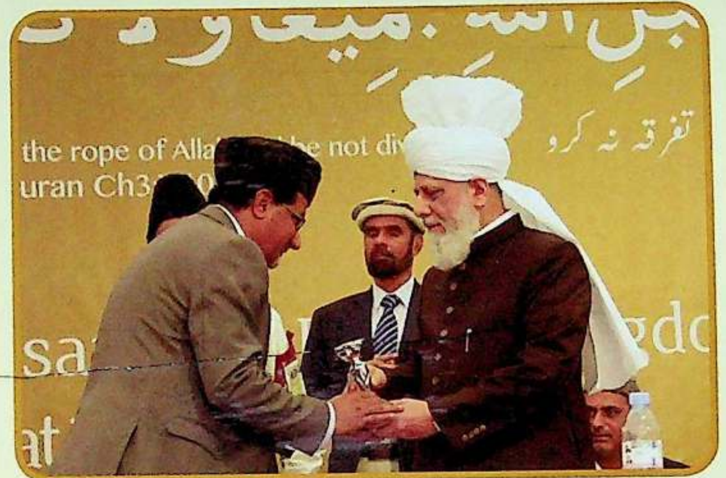
Almost a 100 local, national and international charities are being supported including special projects like Gift of Sight in Burkina Faso and Water for Life in Sub Sharan Africa.

Collection for building Masroor Eye Hospital in Burkina Faso Africa has started and many Ansar have pledged large donations. All Ansar brothers are requested to take part in this Sadqa-e-Jaryia.

May Allah accept these humble efforts and reward all those who have made sacrifices to collect funds.



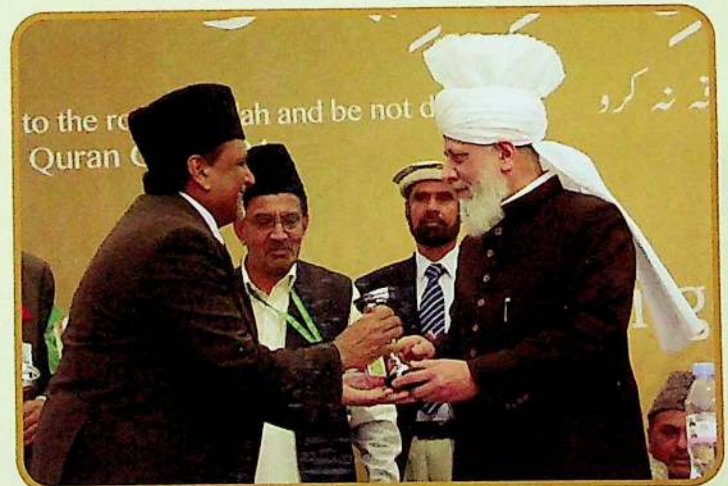
Best collection Region: BaitulFuth: Zaeem AalaKaleemAnjum Sb



Highest Individual collection:Naeem Raza Sahib



2nd Highest Individual collection: Malik MudassarAhmadSatkohe Sb



3rd Highest individual collection: Rafiq Ahmad Hayat Sb



The Royal British Legion

The Surrey County

Certificate of Appreciation

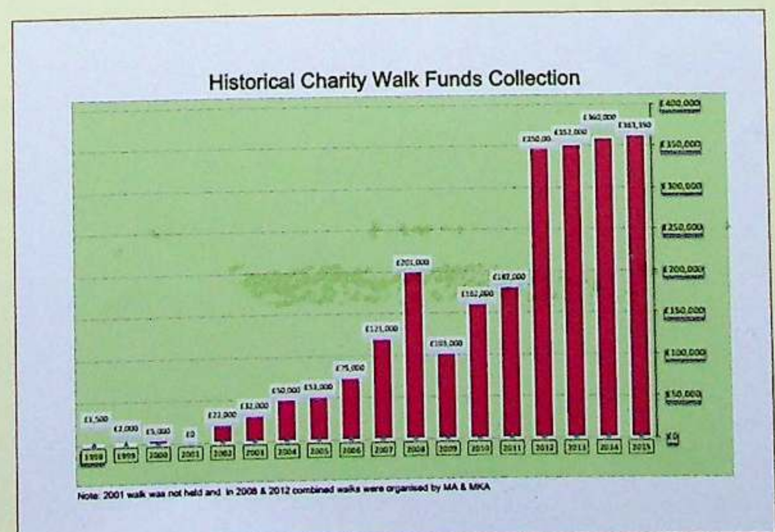
is awarded to

Charity Walk for Peace

of the

Ahmadiyya Muslim Association UK

Citation: In recognition of the outstanding work in fund Raising for the Poppy Appeal in Surrey.



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

انصار الدین

جلد 12 نمبر 6 نومبر ودسمبر 2015ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔
نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصار اللہ
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی

مینیجر: محمود علی مرزا
ترسیل: سعادت جان (انچارج)
محمد یوسف، ناصر احمد میر،
محمد اعظم خان، سلیم احمد

مجلس انصار اللہ برطانیہ کے تحت
تیار کی جانے والی چند اہم

ویب سائٹس

www.lifeofmuhammad.org
www.ukmuslimsforpeace.org
www.charitywalkforpeace.org
www.ansar.org.uk

رسالہ ”انصار الدین“ کے گزشتہ شمارے بھی مذکورہ بالا ویب سائٹ (انصار ڈاٹ آرگ) پر دیئے جارہے ہیں۔

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

درس القرآن

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ (سورۃالنساء:37)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی، اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بگھارنے والا ہے۔

اس آیت میں پہلی بات جس کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ یعنی والدین کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرو۔ اس بات کی طرف توجہ دلا دی کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کے بعد تمہیں والدین کو ہر شر سے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے کیونکہ انہوں نے بھی تمہیں بچپن میں ہر شر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ تمہارے والدین ہی ہیں جو تمہاری صحت و سلامتی کے لئے تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ پس آج بڑے ہو کر تمہارا فرض بنتا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو۔ ایک جگہ فرمایا اگر ان پہ بڑھاپا آ جائے تو انہیں اُف تک نہ کہو، ان کی باتیں مانو۔ ایک جگہ فرمایا کہ یہ دعا کرو کہ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25) پس یہ دعا بھی اس لئے ہے کہ تمہارے جذبات، تمہارے خیالات ان کے لئے رحم کے رہیں اور پھر یہ دو طرفہ دعائیں ایک دوسرے پر سلامتی برسانے والی ہوں۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے والدین سے احسان کا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور شکر گزار بندہ بننے کا ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحقاف:16 میں فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ 30 مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور 40 سال کا ہو گیا تو اس نے کہا کہ اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ مَیں تیری اس نعمت کا شکر ادا کرسکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری ذرّیت کی اصلاح کر دے، یقیناً مَیں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یعنی حقیقی فرمانبردار مَیں تبھی بن سکتا ہوں، حقیقی اسلام میرے اندر تبھی داخل ہو سکتا ہے، سلامتی پھیلانے والا میں تبھی کہلا سکتا ہوں جب ان حکموں پر عمل کرتے ہوئے جس میں سے ایک حکم یہ ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ ان کے احسانوں کو یاد کر کے ان سے احسان کا سلوک کرو۔ ان نعمتوں کا شکر گزار بنو۔

(حضور انور ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون 2007ء سے انتخاب)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم کی قدر و منزلت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حفظ قرآن کریم کی اتنی قدر تھی کہ ایک غریب صحابیؓ جس کے پاس حق مہر کے لئے کچھ بھی موجود نہ تھا۔ نہ رقم نہ جائداد اور نہ ہی کوئی اور ساز و سامان تھا۔ ان کو قرآن کریم کی چند سورتیں یاد تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مَہر وہی چند سورتیں قبول فرما کر ان کا نکاح پڑھ دیا۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب القراء ة عن ظهر القلب حدیث نمبر 4642)

زکوٰۃ دینے کی اہمیت

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن وہ مال اس گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا جس کی آنکھوں پر ابھرے ہوئے داغ ہوتے ہیں۔ وہ اس کے گلے کا ہار ہوگا اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ حدیث نمبر: 1315)

احسان کا بدلہ دو

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے ساتھ احسان کرے اس کا بدلہ دو۔ اور اگر تم اس کا بدلہ چکانے سے عاجز ہو تو اس کے لئے دعا کرو تا کہ وہ جان لے کہ تم نے اس کا شکریہ ادا کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو پسند کرتا ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی۔ جلد 1 صفحہ 45 حدیث نمبر 29)

تجھ سے ہر خیر مانگتا ہوں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بیان کرتے تھے: اے اللہ! ہر حال میں میری اسلام کے ساتھ حفاظت فرما، کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی، اور کسی حاسد دشمن کو میرے پر خوش نہ کرنا۔ اے اللہ میں تجھ سے ہر وہ خیر مانگتا ہوں جس کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور میں تجھ سے ہر اُس شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔

(مستدرک حاکم جلد 1 صفحہ 406 حدیث نمبر 1924)

رات کے آخری حصہ کی اہمیت

حضرت عمرو بن عبسہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصے میں بندہ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اگر تم اس گھڑی اللہ کا ذکر کرنے والوں میں سے بن سکو تو ضرور بنو۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء الضیف حدیث نمبر: 3503)

کلام الامام علیہ السلام

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درج ذیل ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2003ء کے تیسرے روز اختتامی اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے پڑھ کر سنایا اور اس میں بیان شدہ حکمت کے حوالہ سے انصار کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نہایت اہم نصائح فرمائیں۔ درج ذیل ارشاد سے متعلق حضور انور کے روح پرور خطاب سے ایک مختصر انتخاب اسی صفحہ پر دوسرے کالم میں پیش کیا جارہا ہے۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"تمام کامیابی ہماری معاشرت اور آخرت کے تعاون پر ہی موقوف ہو رہی ہے۔ کیا کوئی اکیلا انسان کسی کام دین یا دنیا کو انجام دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کوئی کام دینی ہو یا دنیوی بغیر معاونت باہمی کے چل ہی نہیں سکتا۔ ہر ایک گروہ کہ جس کا مدّعا اور مقصد ایک ہے مثل اعضائے یک دیگر ہے۔ اور ممکن نہیں جو کوئی فعل جو متعلق غرض مشترک اس گروہ کے ہے، بغیر معاونت باہمی ان کی کے بخوبی وخوش اسلوبی ہو سکے۔ بالخصوص جس قدر جلیل القدر کام ہیں اور جن کی علت غائی کوئی فائدہ عظیمہ جمہوری ہے وہ تو بجز جمہوری اعانت کے کسی طور پر انجام پذیر ہی نہیں ہو سکتے اور صرف ایک ہی شخص ان کا متحمل ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا۔ انبیاء علیہم السلام جو توکّل اور تفویض اور تحمل اور مجاہدات افعال خیر میں سب سے بڑھ کر ہیں ان کو بھی بہ رعایت اسباب ظاہری مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ کہنا پڑا۔ خدا نے بھی اپنے قانون تشریعی میں بہ تصدیق اپنے قانون قدرت کے تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدۃ:3) کا حکم فرمایا۔"

(مجموعۂ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 35-36، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ کالم میں درج شدہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد پڑھنے کے بعد فرمایا:

"اس اقتباس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واضح طور پر فرما رہے ہیں کہ ہماری تمام کامیابیاں چاہے وہ دنیاوی ہوں یا دینی ہوں بغیر آپس کے تعاون کے حاصل نہیں ہو سکتیں کیونکہ اکیلا انسان سارے کام نہیں کر سکتا اس لئے تمام وہ لوگ جو ایک مقصد کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں...... ایک ہو کر آپس کے تعاون سے کام کریں گے تو تمام امور، تمام کام خوش اسلوبی سے طے پائیں گے اور کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی...... یہاں تک کہ انبیاء بھی جن میں برداشت بھی ہوتی ہے انہوں نے مجاہدات بھی کئے ہوتے ہیں ان کا توکّل اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود ان کو اس کام کے لئے مامور کر رہا ہوتا ہے، مقرر فرما رہا ہوتا ہے پھر بھی ان کو ظاہری ذرائع کی، اسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو کہنا پڑتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے ان کاموں میں میرے مددگار ہوں گے......

پھر آپؑ ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور خاص طور پر انصار کی عمر کے لوگوں کو اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ زندگی کا ایک بڑا حصہ گزر چکا ہے اس لئے اب بہت زیادہ فکر کی ضرورت ہے۔ کوئی پتا نہیں کس وقت بلاوا آجائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: "ایک ذرہ بدی کا بھی قابل پاداش ہے"۔ اگر ایک چھوٹی سے چھوٹی بدی بھی تم کرتے ہو تو اس پر بھی سزا مل سکتی ہے۔ "وقت تھوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا"۔ بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے اور کوئی پتہ نہیں عمر کتنی ہے اور کیا کرم کرنے ہیں۔ "تیز قدم اٹھاؤ کہ شام نزدیک ہے۔ جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو"۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26) یعنی...... ہمارے اعمال ایسے نہ ہوں کہ وہ اس قابل ہی نہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کئے جاسکیں۔

(سالانہ اجتماع انصاراللہ یوکے 2003ء سے خطاب)

تبرّکات

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک غیر مطبوعہ خط (محرّرہ 6فروری 1959ء) محترم عبدالعزیز ڈوگر صاحب (سابق صدر مجلس تجار ربوہ۔ حال یوکے) نے ہمیں ارسال کیا ہے۔ یہ قیمتی پیغام، جس میں چار جلیل القدر صحابہؓ کا مختصر ذکر کیا گیا ہے، مکرم عبدالعزیز ڈوگر صاحب کے شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ حضرت میاں صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''......خدام الاحمدیہ گول بازار ربوہ 8رفروری 1959ء کو ایک جلسہ منعقد کررہی ہے جس کی غرض وغایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار صحابیوں کے اوصافِ حمیدہ بیان کرنا ہے۔ یہ چار صحابی یہ ہیں: (1) حضرت صاحبزادہ سیّد عبداللطیف صاحب شہید۔ (2) حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ (3) حضرت میر محمد اسحاق صاحب اور (4) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ یہ چاروں ہی جماعت احمدیہ کے نہایت ممتاز رُکن تھے اور انہوں نے سلسلہ احمدیہ کی خدمت کا بہت اچھا موقعہ پایا۔

حضرت سیّد عبداللطیف صاحب شہید تو گویا مجسّم خدمت تھے کیونکہ انہوں نے اپنے خون سے احمدیت کے پودے کو سینچا اور سرزمین کابل میں ایک نہایت مبارک بیج کا کام دیا جو انشاء اللہ دن بدن بھولتا اور پھلتا چلا جائے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شہید مرحوم کی بہت تعریف فرمائی ہے بلکہ ان کے بالوں کو یادگار اور تبرک کے طور پر سالہا سال تک اپنی بیت الدّعا میں لٹکائے رکھا اور اب یہ بال میرے پاس محفوظ ہیں۔ شہید مرحوم نے صداقت کی خاطر سنگساری جیسی ہیبت ناک سزا کو اس طرح ہنستے ہوئے برداشت کیا کہ گویا ایک شخص پھولوں کی سیج پر لیٹا ہوا ہے۔ لاریب ان کا نمونہ قربانی کے میدان میں جماعت کے نوجوانوں کے لئے ایک نہایت مبارک نمونہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ پیچھے آیا اور بہتوں سے آگے نکل گیا۔

پھر حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص الخاص صحابہ میں سے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے ساتھ بچوں کی طرح محبت کرتے تھے اور ان کا ذکر اکثر ''ہمارے مفتی صاحب'' کے پیارے الفاظ سے فرمایا کرتے تھے اور حضرت مفتی صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کے اتنے دلدادہ تھے کہ گویا ایک پروانہ ہے جو اپنی محبوب شمع کے اردگرد گھوم رہا ہے۔ ان کی روح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں بالکل گداز تھی۔ حضرت مفتی صاحب کو مسیحی مذہب کا خاص مطالعہ تھا اور مسیحی پادری ان سے اس طرح بھاگتے تھے کہ گویا ان کے سامنے آنے سے اُن کی روح فنا ہوتی ہے۔ اخبار بدر کی ایڈیٹری کے زمانہ میں بھی حضرت مفتی صاحب نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائری اور خطبات کو محفوظ کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں سے نمایاں حصہ پایا۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر بچہ تھے مگر بعد میں ان کو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور احمدیت کی خاص خدمت کا موقعہ عطا کیا۔ حدیث کے علم سے ان کو خاص عشق تھا اور ان کے حدیث کے درس میں ایسا رنگ نظر آتا تھا کہ گویا ایک عاشق اپنے معشوق کی باتیں بیان کررہا ہے۔ مذہبی مناظرات میں بھی انہیں کمال حاصل تھا اور وہ اپنے دلائل کو اس طرح سجا کر بیان کرتے تھے کہ فریق مخالف بالکل بے بس ہو کر دم بخود رہ جاتا تھا۔ حضرت میر صاحب مرحوم نے جو خدمات لنگر خانہ کے افسر کے طور پر اور پھر مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت میں سرانجام دیں وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ بچوں کی تعلیم اور خصوصاً یتیموں کی تربیت ان کے ایمان کا جزو تھی۔ بے شمار یتیم اور غریب ونادار بچے ان کے طفیل علم وعمل کے زیور سے آراستہ ہو کر دین کے بہادر سپاہی بن گئے۔ مہمان نوازی بھی حضرت میر صاحب کا طرّہ امتیاز تھی اور ان کے لئے ہر مہمان ایک مجسّم خوشخبری تھی جس کی خدمت سے وہ روحانی لذّت پاتے تھے۔

پھر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بھی بہت ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ وہ السابقون الاوّلون میں سے تھے اور سلسلہ کی تاریخ کے کسٹوڈین تھے۔ انہوں نے بڑی محنت سے سلسلہ کی تاریخ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح کا مواد جمع کیا اور اس میدان میں بہت قیمتی لٹریچر اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ گو افسوس ہے کہ وہ اسے مکمل نہیں کرسکے۔ اخبار الحکم بھی ان کا ایک خاص کارنامہ ہے جسے جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا اخبار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اخبار الحکم اور بدر کو اپنے دو بازو فرمایا کرتے تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ان دو اخباروں نے بہت نمایاں بلکہ خاص الخاص خدمت کی توفیق پائی۔ حضرت عرفانی صاحب نے خدا کے فضل سے بہت لمبی عمر پائی مگر باوجود اس کے ان کا قلم آخر عمر تک اسلام اور احمدیت کی خدمت میں مصروف رہا۔ اس طرح ان کی وفات گویا جہاد کے میدان میں ہوئی۔ وہ ان

بقیہ صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں

مجلس انصاراللہ یوکے کی سالانہ مجلس شوریٰ کا انعقاد

مجلس انصاراللہ برطانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ 2015ء کا کامیاب انعقاد 20دسمبر 2015ء بروز اتوار طاہر ہال (مسجد بیت الفتوح مورڈن) میں ہوا جس میں نیشنل عاملہ کے علاوہ برطانیہ کی 125 مجالس سے چار سو سے زائد نمائندگان شامل ہوئے۔ امسال مکرم چودھری وسیم احمد صاحب کی بحیثیت صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ، خدمات کو چھ سال مکمل ہوگئے تھے۔ چنانچہ دستوراساسی کی رُو سے آئندہ دوسال (2016ء تا 2017ء) کے لئے مجلس انصاراللہ برطانیہ کے صدر مجلس اور نائب صدر برائے صف دوم کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس شوریٰ کی سفارش کو منظور فرماتے ہوئے آئندہ دوسال کے لئے مجلس انصاراللہ برطانیہ کے صدر کے طور پر مکرم ڈاکٹر اعجاز الرحمٰن صاحب اور نائب صدر برائے صف دوم مکرم فہیم احمد انور صاحب کا تقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز دونوں احباب کے لئے ہر پہلو سے مبارک فرمائے اور ہم سب کو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے مقبول خدمت دین کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

انصاراللہ کا قیام۔ حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم احسان

(ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب قائد تربیت مجلس انصاراللہ پاکستان کی سالانہ اجتماع انصاراللہ یوکے 2015ء کے موقع پر کی جانے والی تقریر)

تُو میرِ کارواں ہی نہیں ، کارواں تھا تُو
ہر مقصدِ حیات کا زندہ نشاں تھا تُو
ہر لمحہ تیری زیست کا تعبیرِ زندگی
اپنے ہر ایک کام میں یُوں کامراں تھا تُو

ہم جانتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کی ولادت باسعادت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے نتیجے میں ہوئی جس میں خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی باون صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ دراصل پیشگوئی مصلح موعود میں کسی انفرادی عظمت کے حامل شخص کی پیدائش کا ذکر نہیں بلکہ اس میں ایک ایسے مذہبی رہنما کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی جسے ایک مذہبی اور رُوحانی تحریک کا رُوحِ رواں بننا تھا اور جس کی تمام قوتیں اور فطری استعدادیں اُس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے وقف ہو جانی تھیں اور جس نے اپنی ہم عصر دنیا میں ہی نہیں بلکہ بعد کی دنیا میں بھی ایک بلند اور درخشندہ نام اور وسعت پذیر کام اپنے پیچھے چھوڑنا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک مشعلِ راہ کا کام دیں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ اپنے خداداد علم اور فہم وفراست سے بخوبی جانتے تھے کہ الٰہی کام کس طرح مضبوط اور مستحکم ہوتے ہیں، نیکیوں کا تسلسل نسلاً بعد نسلٍ کس طرح قائم رکھا جاسکتا ہے اور غلبۂ اسلام کی مہم میں کس طرح تیزی پیدا کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ آپؓ نے پہلے مرکزی نظام کو مستحکم بنیادوں پر اُستوار کیا۔ پھر جماعتی عمارت کی چاردیواری بناتے ہوئے جماعت میں تربیت کی غرض سے نیکی، تقویٰ اور ایثار وقربانی کی رُوح قائم کرنے کے لئے ذیلی تنظیموں کے قیام کی طرف توجہ فرمائی۔ پہلے لجنہ اماء اللہ کا قیام عمل میں آیا۔ پھر نوجوانوں اور بچوں کی اصلاح کے لئے خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی تنظیمیں قائم ہوئیں اور سب سے آخر میں 1940 میں مجلس انصاراللہ کی تنظیم قائم فرمائی جو آپ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک عظیم الشان کارنامہ اور ہم سب پر بلاشبہ احسانِ عظیم ہے۔ اس طرح حضور نے جماعت کی چاردیواری مکمل فرمادی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 26؍جولائی 1940ء کو مجلس کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ''چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصاراللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اُوپر ہیں، اِس میں شریک ہوں۔ اِن کے لئے یہ بھی لازمی ہوگا کہ وہ روزانہ آدھا گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں، اگر مناسب سمجھا گیا تو بعض لوگوں سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے مہینہ میں تین دن یا کم وبیش اکٹھے بھی لئے جاسکتے ہیں۔ مگر بہرحال تمام بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا بغیر استثناء کے قادیان میں منظم ہوجانا لازمی ہے۔''

حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کے مطابق انصاراللہ کی تنظیم خاص طور پر ان اغراض کے لیے قائم کی گئی کہ وہ:

1: جماعت میں نیکی وتقویٰ پیدا کرے، دینی عقائد کو ذہن نشین کرائے، اعمالِ خیر کی ترویج میں کوشاں ہوکر اچھی تربیت کے سامان پیدا کرے۔......2: نمازوں کے قیام کی طرف خصوصی توجہ کرے۔......3: قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کرے اور احکامِ شریعت کی حکمتیں لوگوں پر واضح کرے۔......4: اجتماعی اور انفرادی دعوت الی اللہ بالخصوص رشتہ داروں کو دعوت الی اللہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔......5: خدمت خلق کے کاموں میں حصّہ لے۔......6: قوم کی دنیوی کمزوریوں کو دُور کر کے اسے ترقی کے میدان میں آگے بڑھائے۔......7: جماعت میں بیداری پیدا کرنے اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ اور اس غرض کیلئے دوسری تنظیموں سے تعاون کرے تاکہ جماعتی اتحاد میں کوئی رَخنہ واقع نہ ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ:

''اگر کوئی شخص ایسا ہے جو چالیس سال سے اوپر کی عمر رکھتا ہے مگر وہ انصاراللہ کی مجلس میں شامل نہیں ہوا تو اس نے بھی ایک قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔''

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ نمبر 26)

چنانچہ اس تنظیم میں چالیس سال سے زائد عمر کے ہر مبائع احمدی مرد کا شامل ہونا لازمی ہے۔

انسانی زندگی میں چالیس سال کے بعد کا عرصہ بالعموم اگلے جہان کی فکر اور اس کے لئے زادِراہ جمع کرنے کا وقت شمار ہوتا ہے اور یہ زمانہ بجا طور پر پختگی عمر اور نئے رُوحانی سفر کے آغاز کا دَور بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس عمر میں انسان اپنے کاموں میں استحکام پیدا کرلیتا ہے۔ اگر وہ کہیں ملازم ہو تو اپنی ملازمت میں ترقی کرلیتا ہے اور وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ اپنے سرمایہ سے دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرسکے۔ یہ توجہ مالی لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور دینی لحاظ سے بھی ہوتی ہے۔ جسے دیکھ کر اولادوں پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تاہم عمر کے اس حصہ میں طبعی طور پر انسان کی عملی قوتوں میں کمزوری واقع ہونے لگتی ہے جس کا اثر دینی جوش اور اعمال پر بھی پڑتا ہے اور بسا اوقات انسان خود کو بیکار اور عضوِ معطل خیال کرسکتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ چونکہ انسانی فطرت پر گہری نظر رکھتے تھے اس لئے آپ نے اس عمر کے افراد کو ایک تنظیم میں پرونے کا انتظام فرمایا تاکہ تنظیم میں شمولیت اراکینِ مجلس کو اس امر کا احساس دلاتی رہے کہ وہ اس عمر میں بھی کام کرنے کے اہل ہیں اور جوانوں کے جوان ہیں۔ اور عمر میں بڑا ہونے کی بنا پر اُن کی ذمہ داریوں میں دراصل اب کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اور یوں اِن افراد کو اپنی علمی، ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے اظہار اور نشوونما کے لئے حضور نے ایک نیا میدان مہیا

فرمادیا۔ جس میں ایک طرف اپنی عمر کے افراد کو نیک کاموں میں شریک دیکھ کر مسابقت کی رُوح اُجاگر ہو اور کام کرنے کے لئے ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو وہاں ایک دوسرے کی نگرانی بھی بہتر طور پر ہم عمر افراد کر سکیں اور علمی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے تنظیمی سطح پر باقاعدہ رہنمائی بھی میسر آتی رہے اور ان کی اولادیں بھی انہیں دیکھتے ہوئے نیکیوں کے میدان میں آگے سے آگے بڑھیں۔

اِن سب امور کے ساتھ ساتھ انصار کی تنظیم کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انصاراللہ کی ذیلی تنظیم میں کام کرنے کی وجہ سے انصار کو جو ٹریننگ حاصل ہوتی ہے اُس کے نتیجے میں وہ ضرورت پیش آنے پر جماعتی سطح پر بھی گراں قدر خدمات کی توفیق پاتے ہیں۔

ہم بیج ہیں بویا ہوا اِک فضلِ عمر کا
ہر سمت گھنا سایہ ہے اِس پاک شجر کا
ہر شاخ ہے اِس پیڑ کی سرسبز و ثمر بار
ہم خدمتِ دیں کے لئے ہر آن ہیں تیار
انصار ہیں انصار ہیں اللہ کے انصار

جماعت احمدیہ کا حقیقی مرکز خلافت ہے۔ یہ جماعت کا دل اور دماغ ہے اور جماعت احمدیہ کی تمام ذیلی تنظیمیں خلیفۂ وقت کے دست و بازو ہیں۔ آنکھیں اور کان ہیں۔ اُس کی روحانی فوج کے سپاہی اور سلطانِ نصیر ہیں۔ اِن کا کام خلیفۂ وقت کی آسمانی آواز کو سننا، پوری رُوح کے ساتھ عمل کرنا اور پوری شدت کے ساتھ اپنے ممبران سے اس کی تعمیل کرانا ہے۔ اِن تنظیموں کا ایجنڈا ایک اور صرف ایک ہے۔ اطاعت، اطاعت اور اطاعت۔ اور اِن کی حیثیت محض چٹھی رسانوں اور قاصدوں کی نہیں بلکہ اُن رگوں کی سی ہے جنہوں نے انسانی جسم کے پور پور اور بال بال تک اپنا جال بچھایا ہوتا ہے۔

اِنہی رگوں اور ذیلی تنظیموں سے جماعت احمدیہ کو حیاتِ نَو ملتی ہے۔ ان میں سے سب سے بڑی اور اہم تنظیم انصاراللہ ہے جو عمر اور تجربہ کی وجہ سے دیگر افرادِ جماعت کی بھی نگران ہے۔ 1940ء میں اس کے قیام کے بعد سے تمام خلفائے احمدیت کے وجود نے اِس تنظیم کو برکت بخشی ہے اور اِسے یہ اعزاز بھی ملا کہ 3 خلفاء خلافت سے پہلے یا دوران اِس کے صدر بھی رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تمام تنظیموں کے عہد میں خلافت سے وفاداری، اِس کی اطاعت اور اِس کو قائم رکھنے کی کوششوں کو شامل فرمایا ہے اور ہر تنظیم ایک دوسرے سے بڑھ کر اُسے پورا کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ لیکن بالعموم گھر کے سربراہ ہونے کی وجہ سے انصاراللہ کی ذمہ داریاں دیگر تنظیموں سے بڑھ کر ہیں۔ اسی لئے ان کے عہد میں اپنی اولاد کو خلافت سے وابستہ رکھنے کا عہد بھی شامل ہے۔

دیکھنے والی آنکھ یہ گواہی دے رہی ہے کہ یہ مجلس بڑے نامساعد حالات میں خلافتِ احمدیہ سے وفاداری اور اِس کی اطاعت کے نتیجے میں قدم بقدم ترقی کرتی رہی اور 75 سال پورے کرتے ہوئے آج ایک تناور درخت بن چکی ہے جس پر حُبِ رسولؐ، اتباعِ محمدیؐ اور عشقِ مسیح موعود کے پھول مہکتے ہیں۔ جسے خلافتِ احمدیہ کی بارش نشوونما دیتی ہے، جس پر رضائے الٰہی اور انجام بخیر کے پھل لگتے ہیں اور یہ سب بانیٔ تنظیم حضرت مصلح موعودؓ کے اِس عظیم احسان کی وجہ سے ہے۔ اس پر شمال جنوب اور مشرق و مغرب کی گواہی درج ہے۔ اس پر ہر کالے، گورے، سرخ اور گندمی رنگ و نسل نے اپنے کردار سے مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ بے شک ہماری منزل ابھی بہت دُور ہے بلکہ حقیقت میں کوئی آخری منزل ہے ہی نہیں۔ ابھی بہت کمزوریاں ہیں، اور بہت کچھ کرنا اور پانا باقی ہے۔ مگر مسیح موعودؑ کے جامِ محبت کو خلافت کی مَے نے دو آتشہ کر کے انصار کو وہ مستی عطا کی ہے کہ وہ اپنا تن من دھن اس راہ میں قربان کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے انصار کی تنظیم کو اَبدی زندگی کی نوید اس طرح سنائی کہ:

''یاد رکھو تمہارا نام انصاراللہ ہے۔ یعنی اللہ کے مددگار۔ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے۔ اس لئے تم کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ابدیت کے مظہر ہو جاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جاوے''۔ (الفضل 31 جولائی 1945ء)

انصاراللہ نے اس نصیحت کو اپنے پلّے خوب باندھا اور خلافت کے قیام و استحکام کے لئے ہر ذریعہ اور ہر حربہ اختیار کیا۔

آیئے اس کی کچھ جھلکیاں دیکھنے کی کوشش کریں۔

اطاعتِ خلافت کا سب سے پہلا مرحلہ تو خلیفۂ وقت کی آواز سننا اور اُسے اپنے تمام ممبران تک پہنچانا ہے۔ خلافت کا سب سے پُرزور اور جامع پیغام کا ذریعہ خطبہ جمعہ ہے۔ اس لئے مجلس انصاراللہ کوشش کرتی ہے کہ اس کے تمام ممبران امام وقت کے خطبات سے وابستہ ہو جائیں۔ شروع میں تو الفضل میں شائع شدہ خطبات سے مدد لی جاتی تھی، سرکلر تیار کئے جاتے تھے۔ 1960ء میں ماہنامہ انصاراللہ کا آغاز ہوا تو اس کا ماحصل بھی خلیفۂ وقت کے ارشادات کی ترسیل تھی۔ اسی طرح دنیا کے دیگر متعدد ممالک سے شائع ہونے والے انصاراللہ کے ترجمان رسائل کا بڑا مقصد بھی یہی ہے۔

اس ضمن میں انصاراللہ نے ایک ایسا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے جو بالآخر ایم ٹی اے پر منتج ہوا۔ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب جب صدر مجلس انصاراللہ تھے تو انہوں نے 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے خطبات جمعہ آڈیو ریکارڈ کر کے جماعتوں کو بھجوانے کا سلسلہ شروع فرمایا اور یہ جدید ایجادات سے کام لینے کی ایک بہت منظم سکیم کا آغاز تھا۔ یہ نظام 1984ء تک ترقی کرتے کرتے اس مرحلہ تک پہنچ گیا کہ خلیفۂ وقت کے خطبات کا ترجمہ دوسری زبانوں میں بھی ہونے لگا۔ (تاریخ انصاراللہ جلد 2 صفحہ 160)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لنڈن ہجرت کے بعد 1984ء میں اس کیسٹ سسٹم نے جماعت کو بہت سہارا دیا اور نظام جماعت کے ساتھ ساتھ انصاراللہ نے بھی انصار ہونے کا حق ادا کیا۔ گھر گھر ہر خطبہ جمعہ اور ضروری خطابات اور مجالس سوال و جواب کی کیسٹس پہنچائی جاتی رہیں۔

خدا تعالیٰ نے 1994ء میں جب سے ایم ٹی اے کا نظام جاری فرمایا تب سے انصاراللہ اس کے لئے دل و جان سے کوشش کرتی رہتی ہے کہ اس کے تمام ممبرز سو فیصد براہ راست خطبہ سنیں یا پھر نشر مکرر میں سنیں۔ حضور کا ہر نیا پیغام تمام متعلقہ قیادتوں کی طرف سے تمام انصار کو بھجوایا جاتا ہے۔ اسی کو مجلس شوریٰ کا موضوع بنایا

جاتا ہے۔ اسی کے گرد انصار اللہ کی تمام سرگرمیاں گھومتی ہیں اور پھر تمام نتائج اکٹھے کر کے ہر ماہ حضور انور کی خدمت میں معین رپورٹ بھی پیش کی جاتی ہے۔

خلیفۂ وقت کے سلطان نصیر ہونے کے سلسلہ میں ایک اور کارنامہ بھی مجلس انصار اللہ کے سر ہے۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے 23ویں سالانہ اجتماع بمقام ربوہ کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے افتتاحی خطاب کا انگریزی ترجمہ سامعین تک پہنچانے کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ اور 18 مہمانوں نے استفادہ کیا۔ اسی سال جلسہ سالانہ پر 220 مرد وزن کے لئے انگریزی اور انڈونیشین ترجمہ کا انتظام بھی کیا گیا۔ (الفضل 5 نومبر 1980ء)

انصار اللہ کا یہ اجتماع چودھویں صدی ہجری کا آخری اجتماع اور یہ جلسہ سالانہ 15ویں صدی ہجری کا پہلا جلسہ سالانہ تھا۔ اور خدا تعالیٰ کی تقدیر نے انصار اللہ اور اس کے سربراہ سے وہ تاریخی کام کرایا کہ آج خلیفۂ وقت کی تقریر کا رواں ترجمہ اقوام متحدہ کے اجلاس میں کئے جانے والے تراجم سے بھی زیادہ زبانوں میں ہوتا ہے۔ آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ امام مہدی ایک جگہ خطاب کرے گا اور سب دنیا کے لوگ اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی زبانوں میں اس کی آواز سنیں گے۔ انصار اللہ کو یہ پیشگوئی پوری کرنے میں پہلی اینٹ لگانے کی بھی خدا نے توفیق دی۔

خطبات جمعہ اور جلسہ سالانہ کے بعد انصار اللہ کے لئے صحبت امام کا ایک بہت ایمان افروز موقع سالانہ اجتماع کا ہوتا ہے۔ آغاز میں تو یہ اجتماع مرکز سلسلہ قادیان اور پھر ربوہ میں ہوتا تھا جس کے رُوح رواں خلیفۂ وقت ہوتے تھے۔ اب یہ اجتماع کئی ملکوں میں الگ الگ منعقد ہوتا ہے جو امام وقت کی راہنمائی میں تشکیل پاتا ہے۔ اس کا مرکزی نکتہ خلیفۂ وقت کا خطاب یا ان کی ہدایات ہوتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوکے اور حسب حالات بعض دوسرے ممالک کے اجتماعات کو رونق بخشتے ہیں۔ یہ اجتماعات تزکیۂ قلوب کے خاص مواقع فراہم کرتے ہیں۔

جب 1981ء میں حضورؒ کے ایک ارشاد کے مطابق پہلی بار انصار کو سائیکلوں پر اجتماع میں آنے کی باضابطہ تحریک کی گئی تو 25 مجالس کے 92 انصار سائیکلوں پر آئے۔ سب سے طویل فاصلہ تھرپارکر کے 12 انصار نے طے کیا۔ انہوں نے 800 میل کا سفر 6 روز میں طے کیا۔ ان میں سب سے زیادہ بزرگ ناصر کی عمر 66 سال تھی۔ (الفضل 4 نومبر 1981ء)

اگلے سال 1982ء کے اجتماع میں 196 سائیکل سوار انصار آئے اور معمر ترین بزرگ شیخوپورہ سے آئے جن کی عمر 80 سال تھی۔ (تاریخ انصار اللہ جلد 3 صفحہ 46)

پھر خلفاء سلسلہ نے خصوصاً انصار اللہ کو مخاطب کر کے جو ہدایات دی ہیں یا خطابات کئے ہیں ''سبیل الرشاد'' کے نام سے اس کی 4 جلدوں کی اشاعت کی توفیق مجلس انصار اللہ کو حاصل ہو چکی ہے جس سے عہدیداران اور اراکینِ مجلس سبھی استفادہ کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 1942ء میں مجلس کو اپنا دفتر تعمیر کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ پہلے پہل محلہ دارالانوار قادیان کے گیسٹ ہاؤس میں دفتر قائم ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد حضور نے 1956ء میں مرکزی دفتر ربوہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ مالی تنگی کے اس زمانہ میں انصار نے بہت قربانی کی اور اپنے امام کے حکم کو پورا کر کے دکھایا۔ یہ دفاتر اب ملکی سطح کے علاوہ متعدد ممالک میں علاقائی، ضلعی اور مقامی مجالس میں بھی قائم ہیں۔

1973ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انصار کو گیسٹ ہاؤس کی تحریک فرمائی۔ صدر مجلس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے پوری رقم کے جمع ہونے کا انتظار کئے بغیر کام شروع کروا دیا۔ پھر روپیہ آتا چلا گیا اور دیکھتے دیکھتے ایک خوبصورت عمارت معرض وجود میں آ گئی۔ (تاریخ انصار اللہ۔ جلد اول صفحہ 289)

اور یہی نہیں بلکہ اس کے بعد سرائے ناصر نمبر 2 اور پھر سرائے ناصر نمبر 3 بھی مجلس انصار اللہ کو تعمیر کروانے کی توفیق ملی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے''۔

قرآن کریم جماعت احمدیہ کی زندگی اور جان ہے۔ قرآنی تعلیم کی ترویج کے لئے مجلس انصار اللہ میں قیادت تعلیم القرآن کا قیام عمل میں آیا۔ قرآن فہمی کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت کو اپنی کتب پڑھنے کی بار بار تلقین فرمائی اور اس ضمن میں ایک امتحان کی تجویز بھی فرمائی۔ آغاز ہی سے تعلیم القرآن اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کے مطالعہ کا کام انصار اللہ کے پروگرام کا بنیادی حصہ ہے۔ انصار کو قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ سکھانے، اس کے معارف سے آگاہ کرنے اور تلاوت کی تلقین کرنے کا عمل مسلسل جاری ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی آڈیوز تیار کرنے کی سعادت بھی مجلس کو حاصل ہوئی جس سے اراکینِ مجلس کے علاوہ دیگر افرادِ جماعت بھی مستفید ہوتے ہیں۔ مجلس انصار اللہ میں دینی تعلیم کا جائزہ لینے کے لئے امتحانات کا سلسلہ بھی مختلف مقامات پر مختلف طرز پر سارا سال جاری رہتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آغاز میں ہی ہدایت دی تھی کہ انصار اپنے پروگراموں کے لئے روپیہ خود جمع کریں۔ (خطبہ جمعہ 22 اکتوبر 1943ء)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انصار اللہ کا ایک مستحکم مالی نظام قائم ہے جو صرف انصار کے چندوں سے تشکیل پاتا ہے۔ مجلس انصار اللہ کا پہلا بجٹ صرف 1800 روپے تھا جو اَب ترقی کرتے کرتے صرف ایک ملک کا ہی کروڑوں میں داخل ہو چکا ہے۔

صد سالہ جوبلی کے شکرانہ کے طور پر مجلس انصار اللہ پاکستان نے تھرپارکر سندھ میں المہدی ہسپتال بنانے کی توفیق پائی۔ اسی طرح گزشتہ کچھ سالوں میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کو افریقہ میں 10,000 سے زائد مستحقین کی آنکھوں کے مفت آپریشنز کروانے کی توفیق حاصل ہو چکی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 1970ء میں نصرت جہاں سکیم جاری فرمائی اور جماعت کے ڈاکٹرز اور ٹیچرز کو افریقہ میں خدمت کے لئے آواز دی۔ اللہ کے فضل سے انصار نے والہانہ لبیک کہا۔ اپنی جوانیاں بھی گزار دیں اور بڑھاپا بھی تج دیا اور خلیفۃ المسیح کے مشن کو پورا کر کے دکھایا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی انجینئرز کی تنظیم کو افریقہ کے دکھی لوگوں کی مدد کے لئے پکارا تو اِس تنظیم نے بھی خدمت کا خوب حق ادا کیا اور مسلسل قربانیاں پیش کرتے ہوئے اُن لوگوں کو سکھ پہنچانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ زلزلوں، طوفانوں، آسمانی آفات اور دیگر ہر ایسے موقع پر جب

خلیفۃ المسیح اپنے خدام و انصار کو طلب فرمائیں، انصار اللہ ہمیشہ لبیک کہنے کی سعادت پاتے ہیں۔ متعدد ممالک میں مجلس کے زیر انتظام چیریٹی واکس کا انعقاد کیا جاتا ہے اور اِن سے حاصل شدہ رقوم سے مختلف فلاحی تنظیموں کے ذریعہ ضرورتمندوں کی مدد کی جاتی ہے۔ چیریٹی واکس کے ذریعہ صرف برطانیہ میں 1999ء میں 2000 پاؤنڈ سے شروع ہونے والی آمد گزشتہ سال 2014ء میں 3,60,000 پاؤنڈز تک پہنچ چکی ہے۔

دعوت الی اللہ انصار اللہ کی ایک بہت اہم ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اس کے لئے مرکزی طور پر لٹریچر اور لیف لیٹس کی تیاری اور ترسیل، مجالس سوال و جواب، دورہ جات، قرآن نمائشوں اور بک سٹالز کا نظام قائم ہے۔

خلفائے سلسلہ کی ہدایات کی روشنی میں انصار اللہ کی صحت کے قیام کیلئے قیادت ذہانت وصحت جسمانی نیز قیادت صفِ دوم کے ذریعہ مسلسل جدوجہد کی جاتی ہے۔ اس مقصد کیلئے عمومی صفائی کی تحریک کے ساتھ ساتھ سیر، تفریح، پکنک، چیریٹی واکس، میراتھن اور مختلف سطح پر ورزشی مقابلہ جات منعقد کئے جاتے ہیں۔

الغرض وہ روحانی مائدہ جو آسمان سے اترتا ہے اور خلافت احمدیہ کے ذریعہ سارے جہان میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس کی تقسیم کار میں انصار اللہ خلافت کی سلطانِ نصیر ہے اور ہر آسمانی آواز پر، خدا کی تحریک پر لبیک کہنے والوں میں صفِ اوّل میں شامل ہے۔ اس کے کارکنان پوری دلجمعی اور تن من دھن کی قربانی سے خلافت کا پیغام ہر فرد تک پہنچانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

ہر ہاتھ ہے تھامے ہوئے دامانِ خلافت
اپنے تو رگ و پے میں اطاعت ہی اطاعت
کافی ہے ہمیں چشمِ خلیفہ کا اشارہ
رہبر بھی وہی ہے وہی دلدار ہمارا
ہر حال میں دربارِ خلافت کے وفادار
ہم خدمتِ دین کے لئے ہر آن ہیں تیار

حضرت مصلح موعودؓ کی قائم کردہ مجلس انصار اللہ کی اجتماعی کارکردگی اور تنظیمی پروگرام یقیناً بے مثال ہیں۔ مگر انفرادی طور پر اس مجلس کے اراکین نے جو نیک نمونے اور دلکش اخلاق دکھائے وہ بھی ناقابلِ فراموش اور خلافت احمدیہ کی قوتِ قدسیہ کی روشن دلیل ہیں۔ آیئے ذرا اس کی بھی چند جھلکیاں دیکھتے چلیں۔

یہاں برطانیہ میں ایک دفعہ ایک نوجوان نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے کہا کہ یورپ میں فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے سخت حجاب ہوتا ہے لیکن آپ کی تربیت کے لئے بتاتا ہوں کہ خدا کے فضل سے نصف صدی کا عرصہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر مَیں نے کبھی نمازِ تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال باقی پانچ نمازوں کا ہے۔

مکرم غلام محمد لون صاحب کاٹھ پوری کشمیر کے رہنے والے تھے۔ 1954ء سے 1994ء میں اپنی وفات تک جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کی توفیق پائی۔ آپ کا جوان بیٹا محمد اقبال دسمبر 1988ء میں کار کے حادثہ میں وفات پا گیا۔ اُس وقت بھی آپ یہ کہتے ہوئے جلسے پر جانے کی تیاری میں لگ گئے کہ میرا بیٹا ہمیں چھوڑ کر چلا گیا، مَیں جلسہ سالانہ کی برکات کیوں چھوڑ دوں؟

ڈاکٹر عبدالقدوس جدران صاحب کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر عبدالقدیر جدران صاحب کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کر دیا گیا تو اُنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں لکھا کہ میرا بھائی اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہے مگر مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس کے نتیجہ میں ڈرے نہیں، کمزور نہیں پڑے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل میں شہادت کا جذبہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا ہے، اِنہوں نے میرا ایک بھائی شہید کیا ہے مگر میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میری ساری اولاد بھی اس راہ میں شہید ہوتی چلی جائے تو مجھے اس کا دکھ نہیں ہوگا۔ خدا نے اُن کی یہ آرزو سُن لی اور اُنہیں بھی جلد ہی شہادت کا رُتبہ عطا فرمایا اور یہ خط حضور کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ہی وہ شہید ہو چکے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس ہر ایک کو ہم میں سے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لگانے سے پہلے غور بھی کیا ہے کہ یہ کتنا گہرا اور وسیع نعرہ ہے؟ کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں گی اس کے لئے؟ اور قربانیاں ہیں کیا؟ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کوئی جنگ، توپ، گولہ نہیں ہے، کسی گولے کے آگے کھڑا ہونا نہیں ہے، کسی توپ کے منہ کے سامنے کھڑے ہونا نہیں ہے، تیروں کی بوچھاڑ کے آگے کھڑے ہونا نہیں ہے۔ صحابہ کرام، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے اُن کی طرح گردنیں کٹوانا نہیں ہے۔ ہاں یہ قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کبھی کبھار اِکا دُکا لے لیتا ہے۔ نمونے قائم رکھنے کے لئے اس طرح کرتا ہے۔ لیکن قربانی جو اِس زمانے میں کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں، اپنے معاشرہ کے حقوق ادا کرنے ہیں، اپنے مالوں کی قربانیاں دینی ہیں۔

پس انصار اللہ کا فرض بنتا ہے اور مَیں بار بار کہتا ہوں کہ اپنی عبادتوں کو زندہ کریں، اپنے لئے، اپنی اولادوں کے لئے، اپنے معاشرہ کے لئے، دکھی انسانیت کے لئے، غلبۂ اسلام کے لئے ایک تڑپ سے دعا مانگیں۔ آخرت کی فکر اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ جب آخرت کی فکر زیادہ ہوگی تو معاشرہ کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ زیادہ ہوگی۔ قرآن کریم کے پڑھنے، پڑھانے کی طرف بھی توجہ کریں۔ اس بارہ میں انصار اللہ نے پروگرام بھی بنالیا ہے اور میرا خطبہ بھی سن لیا ہے۔ قربانی کرتے ہوئے ہر ایک کا حق ادا کریں، اُس کا حق اُس کو دینے کی کوشش کریں۔ ...... دوسروں کی برائیوں پر نظر رکھنے کی بجائے اپنی برائیوں کو دیکھیں تو پھر اصلاح بھی ہوگی اور اصلاح کی طرف توجہ بھی پیدا ہوگی۔ پھر مالی قربانیوں کی طرف توجہ کریں، اپنے عہدوں کو پورا کریں۔

آپ نے عہد کیا ہے کہ احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت کے لئے قربانی کرتا رہوں گا، یہ جو ابھی عہد دہرایا ہے۔ پس اس بارہ میں سوچیں، غور کریں کہ کہاں تک اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہاں تک اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کیا ہے''۔ (سبیل الرشاد۔ جلد چہارم صفحہ 52-53)

(صفحہ 18 پر جاری ہے)

مجلس انصاراللہ کے قیام کے اغراض ومقاصد

(مکرم محمد شعیب نیّر صاحب کا درج ذیل مضمون مجلس انصاراللہ برطانیہ کے مقابلہ مضمون نویسی 2015ء میں دوم قرار پایا)

مجلس انصاراللہ کا قیام 1940ء میں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بنفسِ نفیس فرمایا۔ اس وقت جماعتِ احمدیہ اپنی سنہری تاریخ کے اس دَور میں سے گزر رہی تھی جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جماعت کی تعداد کو بڑھتا ہوا دیکھ کر اس کو منظم فرما رہے تھے۔ انصاراللہ کے قیام سے پہلے آپؓ مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام 1938ء میں اور لجنہ اماء اللہ کا قیام 1922ء میں فرما چکے تھے۔ گویا قوم کی ماؤں اور نوجوانوں کی تنظیم کے بعد بڑی عمر کے مردوں کی تنظیم کا قیام ایک فطری تقاضا بھی تھا۔ آپؓ نے اس مجلس میں شامل ہونے والے مردوں کی عمر 40 سال یا اس سے زائد مقرر فرمائی۔ قبل اس کے کہ ہم مجلس انصاراللہ کے قیام کے اغراض ومقاصد بیان کرنا شروع کریں یہ مناسب ہوگا کہ اس مجلس کا نام انصاراللہ رکھنے کی حکمت پر بھی غور کر لیا جائے۔

قرآنِ کریم میں لفظ انصار مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔ لفظ انصار کا مطلب اردو میں اور قرآنِ کریم میں اردو ترجمہ کرتے ہوئے 'مددگار' کے لئے گئے ہیں۔ اس لفظ کے معنی بہت وسیع ہیں۔ مثلاً ایسے لوگ جو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں مدد دیں۔ یعنی ایسے کام کرنے میں جو نیکی کے کام ہوں، اور نہ کرنے میں مدد ایسے کہ برائی اور گناہ کے کام کو نہ کرنے یا رد کرنے میں مدد دیں۔

چنانچہ قرآن میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم نے اعلان کیا کہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اسکی تصدیق کرنے آیا ہوں جو تورات میں ہے اور ان چیزوں میں سے جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں بعض تم پر حلال کر دوں اور میں وہ ہوں کہ جو روحانی طور پر مردہ ہو چکا ہو اس کو زندہ کرتا ہوں، اور جو روحانی آنکھ نہیں رکھتے روحانی مریض ہیں اُن کو آنکھیں عطا کروں گا اور شفا دوں گا۔ پس تم سب اس اللہ کی عبادت کرو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہ سب سن کر عیسیٰ ابن مریم نے اپنے لوگوں میں دیکھا کہ وہ انکار کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے ایک پکار دی اور وہ یہ تھی کہ: 'تم میں سے کون ہیں جو اللہ کی طرف بلانے میں میرے مددگار (انصار) ہوں گے؟' (آلِ عمران:53)۔ اس کے جواب میں آپؑ کے چند حواریوں نے لبیک کہا اور کہا 'ہم اللہ کے انصار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور اے عیسیٰؑ! تُو گواہ بن جا کہ ہم فرمانبردار ہیں'۔ اور ساتھ ہی اپنے رب سے حواریوں نے یہ دعا بھی کی کہ 'اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لے آئے جو تُو نے اُتارا اور ہم نے رسول کی پیروی کی پس ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ دے'۔ (آلِ عمران:54)

پس یہ وہ چند انصار تھے جو حضرت عیسیٰؑ کے پیغام کو جو کہ اللہ کا پیغام تھا عہد کر کے اُٹھے اور اپنے عہد کو نبھایا۔ جب آپؑ کو سولی پر لٹکا کر مارنے کی کوشش کی گئی تو یہی وہ چند انصار تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی جان بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انصار نے ایسا منصوبہ بنایا جس کے نتیجہ میں حضرت عیسیٰؑ کو وقت سے پہلے سولی سے اُتار لیا گیا۔ انہی حواریوں میں سے چند نے ماریں کھائیں، ظلم سہے، جیلیں کاٹیں، مگر اپنے عہد کو نبھایا۔

انصار کا یہ گروہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہی نہ تھا بلکہ کم وبیش ہر نبی کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر قرآنِ کریم کا باقاعدہ حضرت عیسیٰؑ کے اس گروہ کا واقعہ بیان کرنا اور پھر اُن کے عہد کو بیان کرنا اصل میں اُمتِ مسلمہ کے لئے ایک سبق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جس طرح موسوی سلسلہ میں مسیح کے حواریوں نے اُس سے عہد کر کے اُس کو نبھانے کی بھرپور کوشش کی اسی طرح اُمتِ مسلمہ میں رسولِ کریم ﷺ کے مسیح موعود کے حواریوں کو بھی نَحنُ اَنصَارُ اللّٰہ کہہ کر اپنے عہد کو پورا کرنا تھا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے حضرت عیسیٰؑ کے اکثر حواریوں نے اپنے انصاراللہ ہونے کا ثبوت ساری عمر ہی نہیں دیا بلکہ اس عہد کو اپنی نسلوں میں بھی منتقل کیا۔ چنانچہ عیسائیت کا پیغام فلسطین سے نکل کر افغانستان کے راستے ہوتا ہوا کشمیر تک پہنچا۔ عیسائیت کے ماننے والوں پر ہونے والے ظلموں کی داستان انتہائی کربناک ہے۔ کم وبیش تین سو سال تک عیسائیوں پر یہودیوں اور رُومیوں کی طرف سے ایسے ظلم ہوتے رہے کہ جن کا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ اُن کا قتلِ عام کیا گیا، آروں کے ذریعے جسموں کو چیرا گیا، جانوروں کے آگے زندہ ڈالا گیا، ماؤں کو بچوں سے علیحدہ کیا گیا، والد کے سامنے بچوں کو قتل کیا گیا، اور بچوں کے سامنے والدین کو مارا گیا مگر عیسائیت کا پیغام جو کہ صلح وآشتی پر مبنی تھا بڑھتا گیا۔

قرآنِ کریم یہ گواہی دیتا ہے کہ اصحابِ کہف ایسے تھے کہ وہ سالہا سال غاروں میں چھپے رہے تاکہ ظلم سے بچتے رہیں مگر اپنے مذہب کو نہ چھوڑا۔ اپنے عہد کو اور اپنے بڑوں کے عہد کو جو اُنہوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کیا تھا اُس کو نہ چھوڑا۔ نسل در نسل قربانی دیتے چلے گئے۔ اپنی اولادوں کو قربان کیا مگر 'انصاراللہ' کا عملی نمونہ پیش کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ان ظلموں کا خاتمہ اس حالت میں ہوا کہ جب تین سو سال کے بعد ایک رُومی بادشاہ اپنے دربار میں عیسائیوں کو شیروں کے سامنے زندہ ڈال کر اُن سے یہ پوچھنے لگا کہ کدھر ہے تمہارا رب؟ کیا وہ تمہیں آج بچا سکتا ہے؟ تو اُس وقت اُس کو پیغام ملا کہ بادشاہ سلامت آپ کی ملکہ تو عیسائی ہوگئی ہے چنانچہ وہ بھی آخر عیسائی ہوگیا اور یوں عیسائیوں پر رُومی بادشاہ کے ظلموں کا خاتمہ ہوا۔

چونکہ بات چل رہی ہے لفظ 'انصاراللہ' کے معنی کی، اُمتِ مسلمہ میں بھی اس لفظ کو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں استعمال کیا گیا۔ جب مکہ کے کفار نے آپؐ اور آپکے صحابہ پر ہر طرح مظالم کئے جس میں جسمانی، ذہنی، سوشل بائیکاٹ اور ہر طرح کی ایذا رسانی شامل تھی اور جب آپ کو اللہ تعالیٰ سے ہجرت کی اجازت ملی تو پہلے آپؐ کے صحابہ نے اور پھر آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسوقت مدینہ میں پہلے سے موجود مسلمانوں کو اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد کرنے کا جو موقع ملا وہ بھی اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ جب آپؐ نے مدینہ کے مسلمانوں کو 'انصار' کا نمونہ دکھانے کو کہا تو اس زمین وآسمان نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ مدینہ کے انصار نے مکہ سے آنے والے مسلمانوں کو اپنے گھر، اپنی زمین، اپنی جائیداد، اپنے اموال ومویشی میں حصہ دار بنا لیا۔ حتیٰ کہ انصار بھائیوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائیوں کی شادی ان سے کر دی۔

پس 'انصار' لفظ کے معنی سمجھنے کیلئے ہمیں اسلامی تاریخ کے اس دَور کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس زمانہ کے مامور نے مسیح موعود، مہدی معہود ہونے کا اعلان کیا اور اس کے نتیجہ میں آپؑ کے ماننے والوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا گیا جو کہ ہر نبی کے ماننے والوں کے ساتھ ہمیشہ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ہم وہ خوش نصیب ہیں جو اس دور میں سے حصہ پا رہے ہیں اور انصاراللہ کے اس آخری گروہ میں شامل ہیں جنہوں نے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے دور میں اس زمانہ کے مامور اور اس کے خلیفہ کے ساتھ عہد کیا ہے کہ ہم اس پیغام کو دنیا کے آخری کناروں تک پہنچائیں گے اور مددگار بنتے ہیں اور انصاراللہ کہلاتے ہیں۔ الحمدللہ۔

یہ انصار اللہ کا وہ گروہ ہے جنہوں نے زمانہ کے مامور کے حکموں کو مانا، اطاعت کی، فرمانبرداری کے اعلیٰ نمونے دکھائے، مخالفین سے ذلّت اُٹھائی، گالیاں سُنیں اور ماریں کھائیں، اپنی عزت قربان کی، اپنی جانیں اس راہ میں فدا کر دیں مگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ہاں، فریاد کی اور اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کی اور اس سے مدد طلب کی۔

یہ وہ انصار اللہ کا گروہ ہے جس نے اپنے خلیفہ کے حکم پر اپنا گھر بار چھوڑ کر 1947ء میں ہجرت کی، بیشمار قربانیاں دیں۔ 1953ء میں مخالفت برداشت کی۔ 1974ء میں پاکستان کی ظالم اسمبلی کے زور دینے پر غیر مسلم کہلوائے گئے۔ 1984ء کے سفاکانہ اور بہیمانہ آرڈیننس کے نتیجہ میں جیلوں میں گئے، ماریں کھائیں، جانیں دیں مگر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے تعلق نہ توڑا۔ 2010ء میں لاہور میں شہید ہونے والے 87 احمدی شہداء میں 58/ ایسے خوش قسمت تھے جو کہ مجلس انصار اللہ کے رُکن تھے اور جنہوں نے خون کا ہر قطرہ اللہ کے مامور کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو نبھاتے ہوئے اس راہ میں بہا دیا۔

قربان ہر اک قطرہ خون ہو بھی تو کم ہے
یہ خونِ شہیداں میرے لشکر کا علم ہے

اب تک کے مضمون میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ انصار اللہ کا قیام کب اور کس نے کیا اور لفظ انصار اللہ کے معنی کیا ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ قرونِ اولیٰ میں انصار اللہ نے کس طرح اپنے اعمال سے ظاہر کیا کہ وہ انصار اللہ ہیں۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ بانی انصار اللہ نے مجلس کا قیام کرتے ہوئے اس کے اغراض و مقاصد کیا بیان کئے۔ آپؓ نے مختلف مواقع پر مجلس انصار اللہ کے قیام کے مقاصد پر روشنی ڈالی ہے جو کہ قارئین کو اس مضمون کی تمہید پڑھنے کے بعد پڑھنے اور سمجھنے میں نسبتاً آسانی مہیا کر دے گی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس انصار اللہ کے قیام کے کُل چھ اغراض و مقاصد بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر فرمودہ 27 دسمبر 1941ء (مطبوعہ الفضل 26 اکتوبر 1960ء) میں فرمایا:

’میں نے 40 سال سے کم عمر والوں کے لئے خدام الاحمدیہ اور زیادہ عمر والوں کے لئے مجلس انصار اللہ قائم کی ہے یا پھر عورتیں ہیں ان کے لئے لجنہ اماء اللہ قائم کی ہے۔ میری غرض ان تحریکات سے یہ ہے کہ جو قوم بھی اصلاح و ارشاد کے کام میں پڑتی ہے اس کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے کہ اَور لوگ ان کے ساتھ شامل ہوں اور یہ خواہش کہ اَور لوگ جماعت میں شامل ہو جائیں جہاں جماعت کو عزت بخشتی ہے وہاں بعض اوقات جماعت میں ایسا رخنہ پیدا کرنے کا موجب بھی ہو جایا کرتی ہے جو تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ جماعت اگر کروڑ دو کروڑ بھی ہو جائے اور اس میں دس لاکھ منافق ہوں تو بھی اس میں اتنی طاقت نہیں ہو سکتی جتنی اگر دس ہزار مخلص ہوں تو ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چند صحابہؓ نے جو کام کئے وہ آج چالیس کروڑ مسلمان بھی نہیں کر سکتے۔ پس جماعت میں نئے لوگوں کے شامل ہونے کا اُسی صورت میں فائدہ ہو سکتا ہے کہ شامل ہونے والوں کے اندر ایمان اور اخلاص ہو۔ صرف تعداد میں اضافہ کوئی خوشی کی بات نہیں۔ جو قومیں تبلیغ میں زیادہ کوشش کرتی ہیں ان کی تربیت کا پہلو کمزور ہو جایا کرتا ہے اور ان مجالس کا قیام میں نے تربیت کی غرض سے کیا ہے۔ یاد رکھو کہ اسلام کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک شعر لکھ رہے تھے، ایک مصرعہ آپؑ نے لکھا: ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے۔ اسی وقت آپؑ کو دوسرا مصرعہ الہام ہوا کہ: اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے۔ اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر جماعت تقویٰ پر قائم ہو جائے تو پھر وہ خود ہر چیز کی حفاظت کرے گا۔ قرآنِ کریم کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الٓمّٓ۔ ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین یعنی یہ کلام متقی پر اثر کرتا ہے۔ ہم اگر ترقی کر سکتے ہیں تو قرآنِ کریم کی مدد سے ہی اور قرآن کریم کہتا ہے کہ اس کی غذا متقی کے لئے ہی طاقت اور قوت کا موجب ہو سکتی ہے، اگر کسی شخص کے معدہ میں کوئی خرابی ہو تو اسے گھی، دودھ، مرغ، بادام وغیرہ کتنی اعلیٰ غذائیں کیوں نہ کھلائی جائیں اسے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا بلکہ اُلٹا اُسے ہیضہ ہو جائے گا۔ غذا اسی صورت میں فائدہ دے سکتی ہے جب وہ ہضم ہو۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ یہ غذا ایسی ہے جو مؤمن کے معدہ میں ہی ٹھہر سکتی ہے۔ پس جماعت کا تقویٰ پر قائم ہونا بے حد ضروری ہے۔

پس مجلس انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کا کام یہ ہے کہ جماعت میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لئے پہلی ضروری چیز ایمان بالغیب ہی ہے۔ اُنہیں اللہ تعالیٰ، ملائکہ، قیامت، رسولوں، اور اُن شاندار اور عظیم الشان نتائج پر جو آئندہ نکلنے والے ہیں ایمان پیدا کرنا چاہئے۔ انسان کے اندر بزدلی اور نفاق وغیرہ اُسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب دل میں ایمان بالغیب نہ ہو۔

یؤمنون بالغیب کے ایک معنی امن دینا بھی ہے یعنی جب قوم کا کوئی فرد باہر جاتا ہے تو اس کے دل میں اطمینان ہونا ضروری ہے کہ اس کے بھائی اس کے بیوی بچوں کو امن دیں گے، کوئی قوم جہاد نہیں کر سکتی جب تک اسے یہ یقین نہ ہو کہ اس کے پیچھے رہنے والے بھائی دیانتدار ہیں۔ پس ان تینوں مجلسوں کا ایک یہ بھی کام ہے کہ جماعت کے اندر ایک ایسی امن کی روح پیدا کریں۔ ان تینوں مجالس کو کوشش کرنی چاہئے کہ ایمان بالغیب ایک میخ کی طرح ہر احمدی کے دل میں گڑ جائے کہ اس کا ہر خیال، ہر قول، اور ہر عمل اس کے تابع ہو اور یہ ایمان قرآنِ کریم کے علم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس مجالس کا یہ فرض ہے اور ان کی یہ پالیسی ہونی چاہئے کہ یہ باتیں قوم کے اندر پیدا کریں اور ہر ممکن ذریعہ سے ان کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ لیکچروں کے ذریعہ، اسباق کے ذریعہ، اور بار بار امتحان لے کر ان باتوں کو دلوں میں راسخ کیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو بار بار پڑھایا جائے یہاں تک کہ ہر مرد و عورت اور ہر چھوٹے بڑے کے دل میں ایمان بالغیب پیدا ہو جائے‘۔

اس کے بعد دوسری اہم چیز جو آپ نے فرمائی وہ ہے قیام صلوٰۃ۔ آپ فرماتے ہیں:

’دوسری ضروری چیز نماز پوری شرائط کے ساتھ ادا کرنا ہے، قرآنِ کریم نے یُؤدُّوْنَ الصَّلٰوۃ کہیں نہیں فرمایا یا یُصَلُّوْنَ الصَّلٰوۃ نہیں کہا بلکہ جب بھی نماز کا حکم دیا ہے یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃ فرمایا ہے اور اقامت کے معنی باجماعت نماز ادا کرنے کے ہیں اور پھر اخلاص کے ساتھ نماز ادا کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ اس میں خود نماز پڑھنا، دوسروں کو پڑھوانا، اخلاص و جوش کے ساتھ پڑھنا، باوضو ہو کر، ٹھہر ٹھہر کر، باجماعت اور پوری شرائط کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے، اس کی طرف ہمارے دوستوں کو خاص توجہ کرنی چاہئے۔ مجھے افسوس ہے کہ کئی لوگوں کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ خود تو نماز پڑھتے ہیں مگر ان کی اولاد نہیں پڑھتی۔ اولاد کو نماز باجماعت کا پابند بنانا بھی اشد ضروری ہے اور نہ پڑھنے پر ان کو سزا دینی چاہئے۔ ایسی صورت میں بچوں کا خرچ بند کرنے کا تو حق نہیں ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ میں خرچ تو دیتا رہوں گا مگر تم میرے سامنے نہ آؤ جب تک تم نماز کے پابند نہ ہو‘۔

مالی قربانی کے بغیر کوئی جماعت ترقی نہیں کر سکتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’تیسری چیز وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کیا جائے، خدا تعالیٰ کی دی ہوئی پہلی چیز جذبات ہیں۔ پھر پیدائش سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھیں، ناک، کان اور ہاتھ پاؤں دیے ہیں، پھر بڑا ہونے پر علم ملتا ہے، طاقت ملتی ہے ان سب میں سے تھوڑا تھوڑا خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم ہے۔ بعض لوگ چند پیسے کسی غریب کو دے کر سمجھ لیتے ہیں کہ اس پر عمل ہو گیا حالانکہ یہ درست نہیں۔ جو شخص پیسے تو خرچ کرتا ہے مگر اصلاح و ارشاد کے کاموں میں حصہ نہیں لیتا وہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اس حکم پر عمل کر لیا ہے یا جو یہ کام بھی کرتا ہے مگر ہاتھ پاؤں اور اپنی طاقت کو خرچ نہیں کرتا، بیواؤں اور یتیموں کی خدمت نہیں کرتا وہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ

اس نے اس پر عمل کرلیا ہے تو خدا تعالیٰ کی راہ میں ساری قوتوں کو صَرف کرنے کا حکم ہے، جذبات کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں صَرف کرنا ضروری ہے، مثلاً غصہ چڑھا تو معاف کردیا، اسی کے ماتحت ہاتھ سے کام کرنا اور محنت کرنا بھی ہے۔'

ایمان بالقرآن کو آپ نے انصاراللہ کے اغراض و مقاصد کا حصّہ بیان فرمایا۔ اس تقریر میں آپ نے فرمایا:

'اس کے بعد فرمایا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ اس میں ایمان بالقرآن کا حکم ہے مگر اس کو صرف ماننا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ہر حکم کو اپنے اوپر حاکم بنانا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں مَیں نے احباب کو یہ نصیحت کی تھی کہ قرآنِ کریم نے عورتوں کو حصہ دینے کا حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور چند سال ہوئے جلسہ سالانہ پر مَیں نے احباب سے کہا تھا کہ کھڑے ہو کر اس کا اقرار کریں اور اکثر نے کیا بھی تھا مگر میرے پاس شکایتیں پہنچتی رہتی ہیں کہ بعض احمدی نہ صرف یہ خود حصہ نہیں دیتے بلکہ دوسروں سے لڑتے ہیں کہ تم بھی یہ کیوں دیتے ہو۔ مسلمانوں نے جب عورتوں سے یہ سلوک کیا تو خدا تعالیٰ نے انہیں عورتیں بنا دیا، انہیں ماتحت کر دیا اور دوسروں کو ان پر حاکم کر دیا۔ لیکن اگر تم آج عورتوں کو ان کے حقوق دینے لگ جاؤ اور مظلوموں کے حق قائم کرو تو خدا تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے اتریں گے اور تمہیں اُٹھا کر اوپر لے جائیں گے۔ پس عورتوں کے حقوق ان کو ادا کرو۔'

پانچویں چیز جو آپ نے انصاراللہ کے لئے ضروری قرار دی وہ ہے بزرگانِ دین کا احترام۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

'اس کے بعد ایمان بِمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ کا حکم ہے جس کے معنی ہیں کہ دوسروں کے بزرگوں کا جائز ادب اور احترام کرو گویا اس میں صلح کی تعلیم دی گئی ہے پھر اس میں یہ بھی تعلیم ہے کہ تبلیغ میں نرمی اور سچائی کا طریق اختیار کرو۔'

اور آخری چیز جس کی طرف آپ نے اس تقریر میں انصاراللہ کو توجہ دلائی وہ ہے یقین بالآخرت۔ آپ فرماتے ہیں:

'آخری چیز یقین بالآخرت ہے۔ اس کے معنی دو ہیں۔ ایک تو مرنے کے بعد زندگی کا یقین ہے۔ بعض دفعہ انسان کو قربانی کرنی پڑتی ہے مگر ایمان بالغیب کی طرف اس کا ذہن نہیں جاتا۔ اس وقت اس بات سے ہی ہمت بندھتی ہے کہ میری اس قربانی کا نتیجہ اگلے جہان میں نکلے گا، پھر اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ انسان ایمان رکھے کہ خدا تعالیٰ مجھ پر بھی اسی طرح کلام نازل کرسکتا ہے جس طرح اس نے پہلوں پر کیا اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ خدا تعالیٰ سے محبت وہی شخص کرسکتا ہے جو یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ میری محبت کا صلہ مجھے دے سکتا ہے، جس کے دل میں یہ ایمان نہ ہو وہ خدا تعالیٰ سے محبت نہیں کرسکتا۔'

گویا آپ یہ چاہتے تھے کہ انصاراللہ میں حقیقی ایمان ہو اور رسمی ایمان ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے آپ نے انصاراللہ کو جو لائحہ عمل دیا اسکے چھ جزو تھے جو آپ کی تقریر میں سے اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ اسی تقریر میں آپ اس مقصد کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'پس یہ چھ کام ہیں جو انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے ذمہ ہیں ان کو چاہئے کہ پوری کوشش کر کے جماعت کے اندر ان امور کو رائج کریں تا کہ ان کا ایمان صرف رسمی ایمان نہ رہے بلکہ حقیقی ایمان ہو جو انہیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دے اور وہ غرض پوری ہو جس کے لئے مَیں نے اس تنظیم کی بنیاد رکھی ہے۔'

آپ ایک ایسے لیڈر تھے جس نے منظم کر کے جماعت کو چھوڑ نہیں دیا بلکہ وقتاً فوقتاً جماعت کو ان جزویات کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ چنانچہ انصاراللہ اور دیگر تنظیموں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے آپ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 5/جون 1942ء کو فرمایا:

'آج سے میں انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کا فرض مقرر کرتا ہوں کہ وہ قادیان میں اس امر کی نگرانی کریں کہ نمازوں کے اوقات میں کوئی دکان کھلی نہ رہے، میں اس کے بعد ان لوگوں کو مذہبی مجرم سمجھوں گا جو نماز باجماعت ادا نہیں کریں گے اور انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کو قومی مجرم سمجھوں گا کہ انہوں نے نگرانی کا فرض ادا نہیں کیا ہم پر اس شخص کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوسکتی جو بے نماز ہے اور ایسے شخص کا یہی علاج ہے کہ ہم اس کے احمدیت سے خارج ہونے کا اعلان کر دینگے مگر جو منتظم ہیں وہ بھی مجرم سمجھے جائینگے اگر انہوں نے لوگوں کو نماز باجماعت کے لیے آمادہ نہ کیا وہ صرف یہ کہہ کر بری الذمہ نہیں ہوسکتے کہ ہم نے لوگوں سے کہہ دیا تھا۔ اگر لوگ نماز نہ پڑھیں تو ہم کیا کریں، خدا نے ان کو طاقت دی ہے اور ان کو ایسے سامان عطا کئے ہیں جن سے کام لے کر وہ اپنی بات لوگوں سے منوا سکتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ لوگ ان کی بات نہ مانیں۔ وہ انہیں نماز باجماعت کے لئے مجبور کر سکتے ہیں اور اگر وہ مجبور نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کے اخراج از جماعت کی رپورٹ کر سکتے ہیں اور مجھے ان کے حالات سے اطلاع دے سکتے ہیں۔

مَیں آج سے خود اپنے طور پر بھی انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کے اس کام کی نگرانی کروں گا اس کے ساتھ ہی میں بیرونی جماعتوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں بھی اپنے بچوں اور نوجوانوں اور عورتوں اور مردوں کو نماز باجماعت کی پابندی کی عادت ڈالنی چاہئے اور اگر وہ اس بات میں کامیاب نہیں ہو سکتے تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو نہیں ہو سکتے چاہے وہ کتنے ہی چندے دیں اور چاہے کتنے ریزولیشن پاس کر کے بھجوا دیں۔'

تبلیغ اور اشاعتِ اسلام اور اعمالِ خیر کی ترویج کے بارے میں آپ کو بہت فکر تھی۔ چنانچہ خطبہ جمعہ فرمودہ 5 جنوری 1943ء میں فرماتے ہیں:

'ایک طرف ہماری جماعت کو نیکی، تقویٰ، عبادت گزاری، دیانت، راستی اور عدل و انصاف میں ایسی ترقی کرنی چاہئے کہ نہ صرف اپنے بلکہ غیر بھی اس کا اعتراف کریں۔ اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ، انصاراللہ اور لجنہ اماء اللہ کی تحریکات جاری کی ہیں گو میں نہیں کہہ سکتا ان میں کہاں تک کامیابی ہوگی۔ بہرحال یہی ایک ذریعہ مجھے نظر آیا جو میں نے اختیار کیا اور ان سب کا یہ کام ہے کہ نہ صرف اپنی ذات میں نیکی قائم کریں بلکہ دوسروں میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور جب تک حتمی طور پر جبر و ظلم، تعدی، بددیانتی، جھوٹ وغیرہ کو مٹا نہ دیا جائے اور جب تک ہر امیر غریب اور چھوٹا بڑا اس ذمہ داری کو محسوس نہ کرے اس کا کام یہی نہیں کہ خود عدل و انصاف قائم کرے بلکہ یہ بھی ہے کہ دوسروں سے بھی کرائے خواہ وہ افسر ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری جماعت اپنوں اور دوسروں کے سامنے کوئی اچھا نمونہ نہیں قائم کرسکتی۔ اسی طرح اگر جماعت تعداد کے لحاظ سے بھی ترقی نہ کرے تو دنیا فوائد حاصل نہیں کرسکتی۔'

انصاراللہ کس طرح اشاعتِ اسلام اور اعمالِ خیر کی ترویج کریں اس کے بارے میں آپ اپنے اسی خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

"ہمارا سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اس پیغام کو جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ نازل ہوا دنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔ ہمارے لئے سال میں دو تین بلکہ چار ہزار احمدی بنانا تو افسوس کی بات ہونی چاہئے۔ جب تک جماعت کے ہر فرد کے اندر یہ آگ نہ ہو کہ اس نے ہر ایک اپنے قریب بلکہ بعید کے شخص کو بھی جماعت میں داخل کرنا ہے اور جب تک لوگ افواج در افواج جماعت میں داخل نہ ہوں ہماری حیثیت محفوظ نہیں ہوسکتی اور ذمہ داری ختم نہیں ہوسکتی۔ پس میں ان دونوں امور کی طرف پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ ہر ضلع میں ہمارے جلسے ہونے چاہئیں۔ کوشش کی جائے کہ کم سے کم ہر سال ہر تحصیل میں ہمارا جلسہ ہو، پھر اس کے ساتھ انفرادی تبلیغ کو بھی منظم کیا جائے۔ خصوصیت سے اضلاع گورداسپور، سیالکوٹ اور گجرات میں ان تینوں ضلعوں کی طرف خصوصیت سے

توجہ کی جائے۔ پس چاہئے کہ دوست سستی اور غفلت کو دور کریں تین چار ماہ کے اندر اندر ہر تحصیل یا اپنے علاقہ کے مرکز احمدیت میں جلسہ کر کے غور کیا جائے کہ کس طرح اور کن ذرائع سے اس علاقہ میں تبلیغ کو وسیع کیا جاسکتا ہے"۔

آپ کی خواہش تھی کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں انصاراللہ کو جنون ہونا چاہئے۔

چنانچہ آپ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 29 ستمبر 1944ء میں فرماتے ہیں:

'میں نے جماعت کو کچھ عرصہ سے تین مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ جماعت کا سارا زور اور اس کی طاقت اسلام اور احمدیت کی اشاعت میں صَرف ہو، اسلامی عقائد کے قیام میں وہ مشغول ہو جائے اور اعمالِ خیر کی ترویج میں اس کی تمام مساعی صَرف ہونے لگے۔ جماعت کے یہ تین اہم ترین حصے انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جس قسم کا کوئی آدمی ہوتا ہے اسی قسم کے لوگوں کی نقل کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ بوڑھے عام طور پر بوڑھوں کی نقل کرتے ہیں اور نوجوان عام طور پر نوجوانوں کی، بچے بچوں کی نقل کرتے ہیں۔

یہی حکمت ہے جس کے ماتحت میں نے انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ تین الگ الگ جماعتیں قائم کی ہیں تا کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی نقل کا مادہ جماعت میں زیادہ سے زیادہ پیدا ہو۔ بچے بچوں کی نقل کریں، نوجوان نوجوانوں کی نقل کریں، بوڑھے بوڑھوں کی نقل کریں۔ جب بچے اور نوجوان اور بوڑھے سب اپنی اپنی جگہ پر دیکھیں گے کہ ہمارے ہم عمر دین کے متعلق رغبت رکھتے ہیں، وہ اسلام کی اشاعت کی کوشش کرتے ہیں، وہ اسلامی مسائل کو سیکھنے اور ان کو دنیا میں پھیلانے میں مشغول ہیں، وہ نیک کاموں کی بجا آوری میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں تو ان کے دلوں میں شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی ان نیک کاموں میں حصہ لیں اور اپنے ہم عمروں میں نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ دوسرے وہ جو رقابت کی وجہ سے عام طور پر دلوں میں غصہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی پیدا نہ ہوگا جب بوڑھا بوڑھے کو نصیحت کرے گا، نوجوان نوجوان کو نصیحت کرے گا، بچہ بچے کو نصیحت کرے گا تو کسی کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوگا کہ مجھے کوئی ایسا شخص نصیحت کر رہا ہے جو عمر میں مجھ سے چھوٹا یا بڑا ہے۔ وہ سمجھے گا کہ میرا ایک ہم عمر جو میرے جیسے جذبات اپنے اندر رکھتا ہے مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے دل پر نصیحت کا خاص طور پر اثر ہوگا اور وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائے گا، مگر یہ تغیر اس صورت میں پیدا ہوسکتا ہے جب جماعت میں یہ نظام پورے طور پر رائج ہو جائے اور کوئی بچہ، جوان اور بوڑھا ایسا نہ رہے جو اس نظام میں شامل نہ ہو۔ اگر جماعت کے چند بوڑھے اس مقصد کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں، جماعت کے چند نوجوان اس نظام کو جاری کرنے کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں، اگر جماعت کے چند بچے اس امر کی اہمیت کو سمجھ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان چند نوجوانوں، بوڑھوں اور بچوں کی وجہ سے اس نظام کے وسیع اثرات ظاہر نہیں ہو سکتے اور نہ اس کے نتیجہ میں ساری دنیا میں بیداری پیدا ہوسکتی ہے۔ ساری دنیا میں اس تحریک کو قائم کرنے، ساری دنیا کو بیدار کرنے اور ساری دنیا کو اس نظام کے اندر لانے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوان اپنے آپ کو اس قدر منظم کر لیں کہ وہ یقینی اور حتمی طور پر کہہ سکیں کہ ہم نے اپنی اندرونی تنظیم کا کام اس کے تمام پہلوؤں کے لحاظ سے پوری خوش اسلوبی کے ساتھ ختم کر لیا ہے۔ یہی حال انصاراللہ کا ہو کہ وہ اپنے آپ کو اس قدر منظم کر لیں، اس طرح ایک نظام میں اپنے آپ کو منسلک کر لیں کہ وہ مسرت کے ساتھ یہ اعلان کر سکیں کہ ہم نے اپنی اندرونی تنظیم پورے طور پر مکمل کر لی ہے اب ہم میں اس تنظیم کے لحاظ سے کسی قسم کی خامی اور نقص باقی نہیں رہا۔ تب وہ اس قابل ہو سکیں گے کہ دوسروں کی اصلاح کریں تب دنیا مجبور ہوگی کہ ان کی باتوں کو سنے اور ان پر غور کرے'۔

آپؓ کی خواہش تھی کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں انصاراللہ کو جنون ہونا چاہئے چنانچہ اسی خطبہ جمعہ میں آپ فرماتے ہیں:

'ہماری جماعت کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ ہم نے تمام دنیا کی اصلاح کرنی ہے، تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھکانا ہے، تمام دنیا کو اسلام اور احمدیت میں داخل کرنا ہے، تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم کرنا ہے مگر یہ عظیم الشان کام اس وقت تک سرانجام نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ ہماری جماعت کے تمام افراد خواہ بچے ہوں یا نوجوان ہوں یا بوڑھے ہوں اپنی اندرونی تنظیم کو مکمل نہیں کر لیتے اور لائحہ عمل کے مطابق دن اور رات عمل نہیں کرتے جو ان کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ اس اندرونی اصلاح اور تنظیم کو مکمل کرنے کے لئے مَیں نے خدام الاحمدیہ، انصاراللہ، اور اطفال الاحمدیہ تین جماعتیں قائم کی ہیں اور یہ تینوں اپنے مقصد میں جو ان کے قیام کا اصل باعث ہے اس وقت کامیاب ہوسکتی ہیں جب انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ اس اصل کو مدّ نظر رکھیں جو حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ شَطۡرَهٗ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے فرض کو سمجھے اور پھر رات اور دن اس فرض کی ادائیگی میں اس طرح مصروف ہو جائے جس طرح ایک پاگل اور مجنون تمام اطراف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر ایک بات کے لئے اپنے تمام اوقات کو صرف کر دیتا ہے جب تک رات اور دن انصاراللہ اپنے کام میں نہیں لگے رہتے، جب تک رات اور دن خدام الاحمدیہ اپنے کام میں نہیں لگے رہتے، جب تک رات اور دن اطفال الاحمدیہ اپنے کام میں نہیں لگے رہتے اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے تمام اوقات صرف نہیں کر دیتے اس وقت تک ہم اپنی اندرونی تنظیم مکمل نہیں کر سکتے اور جب تک ہم اپنی اندرونی تنظیم کو مکمل نہیں کر لیتے اس وقت تک ہم بیرونی دنیا کی اصلاح اور اس کی خرابیوں کے ازالہ کی طرف بھی پوری طرح توجہ نہیں کر سکتے۔

پس وہ وقت آنے والا ہے جب جرمنی اور جاپان دونوں کے سامنے ہمیں عیسائیت کی ناکامی اور اسلامی اصول کی برتری کو نمایاں طور پر پیش کرنا پڑے گا، اسی طرح انگلستان اور امریکہ اور روس کے سمجھدار طبقہ کو اسلام کی ہر تعلیم کی برتری بتا سکیں گے، مگر یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ہماری طاقت منظم ہو، جب ہماری جماعت کے تمام افراد زیادہ سے زیادہ قربانیاں کرنے کے لئے تیار ہوں، جب کثرت سے ہمارے پاس مبلغین موجود ہوں اور جب ان مبلغین کے لئے ہر قسم کا سامان ہمیں میسر ہو، اسی طرح یہ کام اس وقت ہوسکتا ہے جب جماعت کے تمام نوجوان پورے طور پر منظم ہوں اور کوئی ایک مرد بھی ایسا نہ ہو جو اس تنظیم میں شامل نہ ہو وہ سب کے سب اس ایک مقصد کے لئے کہ ہم نے دنیا میں اسلام اور احمدیت کو قائم کرنا ہے اس طرح رات اور دن مشغول رہیں جس طرح ایک پاگل اور مجنون شخص تمام جہات سے توجہ ہٹا کر صرف ایک کام کی طرف مشغول ہو جاتا ہے وہ بھول جاتا ہے اپنی بیوی کو، وہ بھول جاتا ہے دوستوں اور رشتہ داروں کو اور صرف ایک مقصد اور ایک کام اپنے سامنے رکھتا ہے اگر ہم جنون کی کیفیت اپنے اندر پیدا کر لیں اور اگر ہماری جماعت کا ہر فرد دن اور رات اس مقصد کو اپنے سامنے رکھے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے کاموں میں برکت ڈالے گا اور اس کی کوششوں کے حیرت انگیز نتائج پیدا کرنا شروع کر دیگا اگر ہماری ساری جماعت اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے کھڑی ہو جائے اور دن رات اس کام میں لگ جائے وہ اپنے آرام کو نظر انداز کر دے، اپنی سہولت کو پسِ پشت پھینک دے اور دیوانہ وار اس کام میں مشغول ہو جائے تو گو ہماری تعداد تھوڑی ہے ہمارے پاس اور اقوام کے مقابلہ میں سامان بہت کم ہے مگر یقیناً اس مجنونانہ کوشش کے نتیجہ میں دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر رونما ہو جائے گا اور ایک بڑا انقلاب الٰہی ہاتھوں سے ظاہر ہوگا'۔

آپ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ اکتوبر 1944ء میں ذیلی تنظیموں کی

کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے بہت ہی درد کے ساتھ فرمایا:

'میرا مقصد ان جماعتوں کے قیام سے ہر فرد کے اندر ایک بیداری پیدا کرنا تھا مگر جتنی بیداری خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ کے ذریعہ جماعت میں پیدا ہوئی ہے وہ ہرگز کافی نہیں مگر کافی کا ہزارواں حصہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انصاراللہ خصوصیت کے ساتھ اپنے کام کی عمدگی سے نگرانی کریں تا کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کا کام نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آجائے اور وہ محسوس کرنے لگ جائیں کہ یہ ایک زندہ اور کام کرنے والی جماعت ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب تک انصاراللہ اپنی ترقی کے لئے صحیح طریق اختیار نہیں کریں گے اس وقت تک انہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوگی، مثلاً میں نے انہیں توجہ دلائی تھی کہ وہ اپنے کام کی توسیع کے لئے روپیہ جمع کریں اور اسے مناسب اور ضروری کاموں پر خرچ کریں مگر میری اس ہدایت کی طرف انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اب میں دوسری بات انہیں یہ کہنا چاہتا ہوں گو غالباً میں ایک دفعہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اگر انہیں مالی مشکلات ہوں تو سلسلہ کی طرف سے کسی حد تک انہیں مالی مدد بھی دی جاسکتی ہے مگر بہرحال پہلے انہیں خود عملی قدم اُٹھانا چاہئے اور روپیہ خرچ کر کے اپنے کام کی توسیع کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں بڑی عمر کے لوگوں کو ضرور یہ احساس اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے کہ وہ شباب کی عمر میں سے گزر کر اب ایک ایسے حصہ عمر میں سے گزر رہے ہیں جس میں دماغ تو سوچنے کے لئے موجود ہوتا ہے مگر زیادہ عمر گزرنے کے بعد ہاتھ پاؤں محنت و مشقت کے کام کرنے کے قبل نہیں رہتے۔ اس وجہ سے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کاموں کے سرانجام دینے کے لئے کچھ نوجوان سیکرٹری (40 سال کے اوپر کے مگر زیادہ عمر کے نہ ہوں) مقرر کریں جن کے ہاتھ پاؤں میں طاقت ہو اور وہ دوڑنے بھاگنے کا کام آسانی سے کر سکیں تا کہ ان کے کاموں میں سستی اور غفلت کے آثار پیدا نہ ہوں، میں سمجھتا ہوں اگر وہ 40 سال سے 55 سال کی عمر تک کے لوگوں پر نظر دوڑاتے تو انہیں ضرور اس عمر کے لوگوں میں سے ایسے لوگ مل جاتے جن کے ہاتھ پاؤں بھی ویسے ہی چلتے جیسے ان کے دماغ چلتے ہیں۔ ......اگر وہ اچھا کام کرنا چاہتے ہیں تو انہیں سابق سیکرٹریوں کے ساتھ بعض نوجوان مقرر کردینے چاہئیں، چاہے نائب سیکرٹری بنا کر یا جائنٹ سیکرٹری بنا کر تا کہ انصاراللہ میں بیداری پیدا ہو اور ان پر غفلت اور جمود کی جو حالت طاری ہو چکی ہے وہ دور ہو جائے۔ ورنہ یاد رکھیں عمر کا تقاضا ایک قدرتی چیز ہے۔...... میں سمجھتا ہوں انصاراللہ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے وہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں سے گزر رہے ہیں اور یہ آخری حصہ وہ ہوتا ہے جب انسان دنیا کو چھوڑ کر اگلے جہاں جانے کی فکر میں ہوتا ہے اور جب کوئی انسان اگلے جہاں جا رہا ہو تو اس وقت اسے اپنے حساب کی صفائی کا بہت زیادہ خیال ہوتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ کہیں وہ ایسی حالت میں اس دنیا سے کوچ نہ کر جائے کہ اس کا حساب گندا ہو، اس کے اعمال خراب ہوں اور اس کے پاس وہ زادِ راہ نہ ہو جو اگلے جہان میں کام آنے والا ہے۔ جب احمدیت کی غرض یہی ہے کہ بندے اور خدا کا تعلق درست ہو جائے تو ایسی عمر میں اور عمر کے ایسے حصہ میں اس کا جس قدر احساس ایک مومن کو ہونا چاہئے وہ کسی شخص سے مخفی نہیں ہوسکتا۔ نوجوان تو خیال بھی کر سکتے ہیں کہ اگر ہم سے خدمتِ خلق میں کوتاہی ہوئی تو انصاراللہ اس کام کو ٹھیک کر لیں گے مگر انصاراللہ کس پر انحصار کر سکتے ہیں وہ اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں گے اور اگر دین کی محبت اپنے نفوس میں اور پھر تمام دنیا کے قلوب میں پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں گے۔ وہ اگر احمدیت کی اشاعت کو اپنا اولین مقصد قرار نہ دیں گے اور وہ اگر اس حقیقت سے اغماض کر لیں گے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے تو انصاراللہ کی عمر کے بعد اور کون سی عمر ہے جس میں وہ یہ کام کریں گے، انصاراللہ کی عمر کے بعد تو پھر ملک الموت کا زمانہ ہے اور ملک الموت اصلاح کے لئے نہیں آتا، بلکہ یہ وہ اس مقام پر کھڑا کرنے لے لئے آتا ہے جب کوئی انسان سزا یا انعام کا مستحق ہو جاتا ہے......۔

یاد رکھو اگر اصلاحِ جماعت کا سارا دارو مدار نظارتوں پر ہی رہا تو جماعت احمدیہ کی زندگی کبھی لمبی نہیں ہوسکتی، یہ خدائی قانون ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا۔ ایک حصہ سوئے گا اور ایک حصہ جاگے گا۔ ایک حصہ غافل ہوگا اور ایک حصہ ہوشیار ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کو گول بنا کر فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے قانون میں یہ بات خاص ہے دنیا کا ایک حصہ سوئے اور ایک حصہ جاگے یہی نظام اور عوام کے کام کا تسلسل دنیا میں دکھائی دیتا ہے۔ درحقیقت یہ پرتو ہیں تقدیر اور تدبیر کے۔ کبھی عوام سوتے ہیں اور نظام جاگتا ہے اور کبھی نظام سوتا ہے اور عوام جاگتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نظام بھی جاگتا ہے اور عوام بھی جاگتے ہیں اور وہ وقت بڑی بھاری کامیابی اور فتوحات کا ہوتا ہے، وہ گھڑیاں جب کسی قوم پر آتی ہیں جب نظام بھی بیدار ہوتا ہے اور عوام بھی بیدار ہوتے ہیں تو وہ اس قوم کے لئے فتح کا زمانہ ہوتا ہے وہ اس قوم کے لئے کامیابی کا زمانہ ہوتا ہے وہ اس قوم کے لئے ترقی کا زمانہ ہوتا ہے۔ وہ شیر کی طرح گرجتی اور سیلاب کی طرح بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہر روک جو اس کے راستہ میں حائل ہوتی ہے اسے مٹا ڈالتی ہے۔ ہر جماعت جو اس کے سامنے آتی ہے اسے گرا دیتی ہے۔ ہر چیز جو اس کے سامنے آتی ہے اسے بکھیر دیتی ہے اور اس طرح وہ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف، اِس طرف بھی اور اُس طرف بھی بڑھتی چلی جاتی ہے اور دنیا پر اس طرح چھا جاتی ہے کہ کوئی قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی مگر پھر ایک وقت ایسا آجاتا ہے جب نظام سو جاتا ہے اور عوام جاگتے ہیں یا عوام سو جاتے ہیں اور نظام جاگتا ہے اور پھر آخر میں وہ وقت آتا ہے جب نظام بھی سو جاتا ہے اور عوام بھی سو جاتے ہیں۔ تب آسمان سے خدا تعالیٰ کا فرشتہ اُترتا ہے اور اس قوم کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ یہ قانون ہمارے لئے بھی جاری ہے۔ جاری رہے گا اور کبھی بدل نہیں سکے گا۔ پس اس قانون کو دیکھتے ہوئے ہماری پہلی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ ہمارا نظام بھی بیدار ہو اور ہمارے عوام بھی بیدار رہیں اور درحقیقت یہ زمانہ اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ خدا کا مسیح ہم میں قریب ترین زمانہ میں گزرا ہے، اس لئے اس زمانہ کے مناسبِ حال ہمارا نظام بھی بیدار ہونا چاہئے اور ہمارے عوام بھی بیدار ہونے چاہئے ...... پس میں اس نصیحت کے ساتھ انصاراللہ کو بھی بیدار کرنا چاہتا ہوں اور خدام کو بھی بیدار کرنا چاہتا ہوں ...... اگر یہ دونوں یعنی خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ مل کر جماعت میں بیداری پیدا کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی وقت ہمارا نظام سو جائے تو یہ لوگ اس کی بیداری کا باعث بن جائیں گے اور اگر یہ خود سو جائیں گے تو نظام ان کو بیدار کرتا رہے گا'۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہو جاتا ہے کہ مجلس انصاراللہ کے قیام کے اغراض یہ تھے:

1۔ جماعت میں نیکی اور تقویٰ پیدا کرے، اسلامی عقائد کو ذہن نشین کرائے، اعمال خیر کی ترویج میں کوشاں ہو اور اچھی تربیت کے سامان پیدا کرے۔......2۔ نمازوں کے قیام کی طرف خصوصی توجہ کرے۔......3۔ قرآنِ کریم کے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کرے اور احکامِ شریعت کی حکمتیں لوگوں پر واضح کرے۔......4۔ اجتماعی اور انفرادی تبلیغ بالخصوص رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔......5۔ خدمتِ خلق کے کاموں میں حصہ لے۔......6۔ قوم کی دنیوی کمزوریوں کو دور کر کے اسے ترقی کے میدان میں آگے بڑھائے۔......7۔ جماعت میں بیداری پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اس غرض کیلئے دوسری تنظیموں سے تعاون کرے تا کہ جماعتی اتحاد میں کوئی رخنہ واقعہ نہ ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: 'یاد رکھو تمہارا نام انصاراللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے

مددگار گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے اس لئے تم کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ابدیت کے مظہر بن جاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسلاً چلتا چلا جائے۔ (الفضل 24 مارچ 1957ء)

پھر آپ نے ایک جگہ فرمایا: 'آپ کا نام انصار اللہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ جہاں تک ہوسکے آپ دین کی خدمت کی طرف توجہ کریں اور یہ توجہ مالی لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور دینی لحاظ سے بھی ہوتی ہے۔ دینی لحاظ سے آپ لوگوں کا فرض ہے کہ عبادت میں زیادہ سے زیادہ وقت صَرف کریں اور دین کا چرچہ زیادہ سے زیادہ کریں تا کہ آپ کو دیکھ کر آپ کی اولادوں میں بھی نیکی پیدا ہو جائے۔ آپ لوگوں کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور اپنی اولادوں کو بھی ذکرِ الٰہی کی تلقین کرتے رہنا چاہئے'۔ (الفضل 6 نومبر 1958ء)

پس یہ اغراض و مقاصد بہت ہی اعلیٰ ہیں اور بہت ہی اعلیٰ درجہ کی اور مسلسل قربانی مانگتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم ہر روز یہ قربانی کر رہے ہیں کہ نہیں اور اپنے بھائیوں کو اس طرف توجہ دلا رہے ہیں یا نہیں۔ وقت بہت کم ہے اور عمر کا کوئی بھروسہ نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ سے کیے ہوئے وعدوں کے موافق یہ دنیا انشاء اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے تو آہی جائے گی مگر اس میں میرا اور آپ کا کیا حصہ ہوگا؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عہد کو احسن رنگ سے نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم اراکینِ مجلس انصار اللہ بانی انصار اللہ کے بیان فرمودہ اغراض و مقاصد کو سمجھنے والے اور ان پر عمل پیرا ہونے والے اور اس پر عمل درآمد کروانے والے ہوں۔ آمین۔

بقیہ از صفحہ 8: حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم احسان

ذرا غور فرمایئے۔ یہ عہد صرف اپنی ذات کی حد تک نہیں بلکہ اس بات کا اقرار بھی اس میں شامل ہے کہ اپنی اولادوں کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہم انصار پر عائد ہوتی ہے۔

ہم نے اپنا 75 سالہ دَور تو کامیابی سے گزار لیا لیکن فکر آئندہ آنے والے دَور کی ہونی چاہیے۔ اور اُس کی کامیابیاں تبھی ممکن ہیں جب خلافت سے وابستہ رہتے ہوئے خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی اِس پر قائم رکھتے ہوئے ہم اُسی طرح اپنی جان، مال، وقت اور عزت کی قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں جس طرح گزشتہ 75 سالہ دَور میں ہمارے آباؤ اجداد نے اِن عہدوں کو نبھایا اور قربانیوں کے عظیم الشان نمونے پیش فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی 'کماحقہٗ' توفیق عطا فرمائے اور ملّت کے فدائی بانیٔ مجلس انصار اللہ حضرت مصلح موعودؓ کے اس عظیم احسان کو یاد رکھتے ہوئے اُن کے لئے رحمتِ خداوندی کی دعا کرتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک کے دل سے یہ صدا بلند ہو کہ

لگے قدغن، کٹے گردن، کہ زندانوں میں گزرے عمر
رُکیں گے ہم، نہ ہاریں گے کہ ہم انصار ہیں تیرے
مِرے مُرشد، مِرے دلبر تُو جاں مانگے وفا مانگے
حواری ہم پکاریں گے کہ ہم انصار ہیں تیرے
(انشاء اللہ العزیز)

مجلس عاملہ انصار اللہ برطانیہ برائے 2016ء

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2016ء کے لئے درج ذیل مجلس عاملہ کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

(ڈاکٹر چودھری اعجاز الرحمٰن۔ صدر مجلس)

نائب صدر اوّل: مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب۔
نائب صدر صف دوم: مکرم فہیم انور صاحب۔
نائب صدران: مکرم رفیق احمد جاوید صاحب۔ مکرم ڈاکٹر منصور احمد ساقی صاحب۔ مکرم خالد محمود صاحب۔
معاونین صدر: مکرم ٹومی کالون صاحب۔ مکرم رفیع احمد بھٹی صاحب۔ مکرم عامر انیس صاحب۔
قائد عمومی: مکرم محمد محمود خان صاحب۔ ایڈیشنل: مکرم مظفر احمد چٹھہ صاحب۔
قائد تربیت: مکرم ظہیر خان صاحب۔ ایڈیشنل: مکرم ندیم الرحمٰن صاحب۔
قائد تبلیغ: مکرم شکیل احمد بٹ صاحب۔ ایڈیشنل: مکرم عبدالودود خان صاحب۔ مکرم ضیاء الرحمٰن صاحب۔
قائد تعلیم: مکرم مبارک احمد چیمہ صاحب۔
قائد تعلیم القرآن: مکرم دبیر احمد بھٹی صاحب۔
قائد مال: مکرم عبدالمنان اظہر چودھری صاحب۔ ایڈیشنل: مکرم منصور قمر صاحب۔
قائد تجنید: مکرم محمود علی مرزا صاحب۔
قائد تحریک جدید: مکرم رانا عبداللطیف صاحب۔
قائد وقف جدید: مکرم عامر خالد محمود صاحب۔
قائد ایثار: مکرم فیاض احمد ملہی صاحب۔ ایڈیشنل: مکرم مظفر حسین صاحب۔
قائد ذہانت وصحت جسمانی: مکرم طلعت وسیم راجہ صاحب۔
قائد نومبایعین: مکرم عادل ظفر صاحب۔
قائد اشاعت: مکرم منیر احمد راجہ صاحب۔ ایڈیشنل: مکرم محمد اسحٰق ناصر صاحب۔
زعیم اعلیٰ فضل مسجد: مکرم محمود احمد صاحب۔
محاسب: مکرم میاں منصور منان صاحب۔
اراکین خصوصی: مکرم امام عطاء المجیب راشد صاحب۔ مکرم سر افتخار احمد ایاز صاحب۔ مکرم چودھری وسیم احمد صاحب۔ مکرم عبدالرشید مرزا صاحب۔
ناظمینِ علاقہ جات: مکرم نوید ظفر صاحب (بیت الفتوح)۔ مکرم مبشر احمد صاحب (طاہر)۔ مکرم احمد نصیر الدین صاحب (نُور)۔ مکرم کلیم انجم صاحب (مسرور)۔ مکرم ناصر احمد ملک صاحب (ساؤتھ)۔ مکرم مبشر صدیقی صاحب (ایسٹ)۔ مکرم حیدر حمید صاحب (مڈل سیکس)۔ مکرم ڈاکٹر رضوان اللہ خانصاحب (اسلام آباد)۔ مکرم عثمان احمد چودھری صاحب (ہارٹفورڈشائر)۔ مکرم سیّد امتیاز احمد صاحب (مڈلینڈ)۔ مکرم محمد کاشف صاحب (نارتھ ویسٹ)۔ مکرم ڈاکٹر مظفر احمد چودھری صاحب (نارتھ ایسٹ)۔ مکرم منور احمد مغل صاحب (ساؤتھ ویسٹ)۔ مکرم طاہر نسیم احمد صاحب (سکاٹ لینڈ)۔

مثالی طالب علم

احمدیہ لٹریچر سے علم دوستی، علم پروری کے واقعات سے انتخاب

قسط پنجم

(مرتبہ : طارق حیات
مربی سلسلہ احمدیہ)

زمانہ طالب علمی میں خدا سے خبریں ملنا

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس کے بارہ میں مکرم سید قاسم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ

''حضرت میاں مسرور احمد صاحب فیصل آباد میں MSc میں پڑھتے تھے۔ آپ کو فائنل امتحان کے وقت طبعاً فکر تھی۔ ایک دن خاکسار کو فرمانے لگے کہ رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ (تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے) مَیں نے یہ خواب سن کر بے تکلفی سے عرض کی کہ یہ امتحان کون سی بڑی بات ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ لوگوں کو الہام کرے۔ کوئی اور تعبیر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ اس امتحان میں اے گریڈ میں پاس ہو گئے۔

(ماہنامہ تشحیذ الاذہان، سیدنا مسرور نمبر، ستمبر، اکتوبر 2008ء، صفحہ:38)

ایک مثالی طالب علم کے لئے نصائح

حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب جب اعلیٰ تعلیم کی غرض سے سفر انگلستان پر روانہ ہوئے تو ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بعض ہدایات سے نوازا۔ خود چوہدری صاحب کا بیان ہے کہ ''اس موقع پر قادیان میں ہمارا قیام صرف ایک دن رہا۔ رخصت ہوتے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے جو ہدایات خاکسار کو دیں ان میں سے جو خاکسار کو یاد رہ گئی ہیں درج ذیل ہیں۔ فرمایا:

1۔ اس دعا کا ورد رکھنا ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ جَلِیْسًا صَالِحًا''

2۔ جب کسی سفر کے آخر میں منزل مقصود کے قریب پہنچو اور شہر یا بستی کی آبادی نظر آنا شروع ہو تو یہ دعا کیا کرو ''اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَشَرِّاَھْلِھَا وَشَرِّمَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حَیَاھَا وَاَعِذْنَا مِنْ وَبَاھَا اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا''

اے اللہ! جو ربّ ہے ساتوں آسمانوں کا اور اس کا بھی جو کچھ ان کے سائے میں ہے۔ اور رب ہے ساتوں زمینوں کا اور ہر اس چیز کا جو اس پر قائم ہے اور رب ہے ہواؤں کا اور ہر اس چیز کا جسے وہ لئے پھرتی ہیں۔ اور رب ہے سب سرکشوں کا اور ان کا جنہیں وہ گمراہ کرتے ہیں۔ میں طالب ہوں تجھ سے اس آبادی کی ہر بھلائی کا۔ اور اس میں رہنے والوں کی طرف سے ہر بھلائی کا۔ اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کی طرف سے ہر بھلائی کا۔ اور تیری حفاظت کا طالب ہوں اس بستی کے ہر شر سے اور اس میں رہنے والوں کے ہر شر سے۔ اور جو کچھ بھی اس کے اندر ہے اس کے ہر شر سے۔ یا اللہ تو اس کی ہر خوشگوار چیز ہمیں عطا فرما۔ اور اس کی ہر ضرر رساں چیز سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ تو اس میں رہنے والوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے اور اس میں رہنے والوں میں سے نیک بندوں کی محبت ہمارے دل میں ڈال دے۔

3۔ کہا جاتا ہے کہ انگلستان چونکہ ایک سرد ملک ہے اسلئے وہاں سردی کے دفاع کے لئے شراب کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم طبیب ہیں اور ہم جانتے ہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ اگر تمہیں سردی کی مُدَافَعَتُ کی ضرورت محسوس ہو تو 'کوکو' استعمال کریں اس میں خوراک بھی ہے اور سردی کے اثر کو بھی زائل کرتی ہے۔

4۔ ہمیں خط لکھتے رہنا۔ ہم تمہارے لئے دعا کریں گے۔

5۔ انگلستان میں ہندوستانی طلبا سے زیادہ میل جول نہ بڑھانا۔ وہاں کے شریف طبقہ سے میل جول رکھنا۔

خاکسار نے حتی الامکان آپ کی فرمودہ ہدایات کی پابندی کی اور بِفَضْلِ اللّٰہِ ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔ (تحدیث نعمت صفحہ 22-23)

دربار خلافت سے ملنے والی ان زرّیں نصائح پر آپ رضی اللہ عنہ نے اس حد تک عمل کیا کہ لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے انبیاء کی سنت یاد دلا دی۔ اور نتیجہ یہ ملا کہ آپ کے بارہ میں خوش خبری دی گئی کہ اگلے ایک ہزار برس تک بڑے لوگ آپؓ پر رشک کریں گے۔

دربار خلافت کا حکم ماننے کا ثمرہ

حضرت مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد اوّل روس و بخارا کے نام سے تاریخ احمدیت کے قارئین واقف ہیں اور ان کی بے مثال جرأت، استقامت، عزم و ہمت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ اسلام احمدیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ان جیسا عظیم جذبہ قسمت والوں کو ہی ملتا ہے۔

آپ کی سوانح عمری سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب اپنی پرائمری تعلیم کے زمانہ میں قادیان پہنچے۔ چوتھی یا پانچویں جماعت میں داخلہ کا معاملہ تھا۔ درخواست حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوئی، بعد ملاحظہ حضور رضی اللہ عنہ نے اوپر ہی لکھ دیا کہ ظہور حسین کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کر دیا جائے۔ تھوڑی بہت ردّ و کد کے بعد فیصلہ یہی ہوا کہ حضرت مولوی صاحب کا مدرسہ احمدیہ میں جانا ہی بہتر ہے۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ نماز جمعہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ مسجد اقصیٰ کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ اتفاق سے مولوی صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے۔ حضورؓ نے اپنا دست مبارک مولوی صاحب کے کندھے پر رکھا اور فرمایا: ''ظہور حسین تم سمجھتے ہو کہ عربی پڑھنے سے تم کنگال ہو جاؤ گے اور ساری عمر روٹی کمانے میں مشکل پیش آئے گی۔ لیکن مجھے دیکھو کہ مَیں نے بھی صرف قرآن پڑھا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا فضل مجھ پر ایسا نہیں کہ بہتوں کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکتا۔''

حضرت مولوی صاحب نے حضرت اقدسؓ کا فرمان اس وقت پلّے باندھ لیا

اور پھر عربی سیکھنے پر ایسی توجہ کی کہ نہ صرف مولوی فاضل پاس کیا، بلکہ بعد میں علوم عربیہ و قرآنیہ میں حیرت انگیز مہارت حاصل کر لی، اس پر بس نہیں کی بلکہ سلسلہ احمدیہ کا بلاد روس میں پہلا مشنری ہونے کا اعزاز بھی حاصل کیا جن کو مومنانہ شان کے ساتھ پیش کردہ قربانی پر خلافت احمدیہ کی طرف سے غیر معمولی سپاس نصیب ہوا۔

(ماخوذ از مولوی ظہور حسین مجاهد اول روس و بخارا مؤلفہ کریم ظفر ملک ،الناشر سلیم ناصر ملک امریکہ)

احمدیہ ہوسٹل لاہور

جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک اہم باب "احمدیہ ہوسٹل لاہور" ہے۔اس غیر معمولی ادارہ کے ابتدائی دَور کی چند دلکش یادیں حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کی قلم سے نکل کر محفوظ ہوئیں۔آپ بتاتے ہیں کہ

"خاکسار 1918ء تا 1921ء چار سال احمدیہ ہوسٹل لاہور میں رہا ہے، اس زمانے کی بہت سی باتیں یادگار ہیں۔ ہوسٹل میں محبت واخلاص کا ماحول، پانچوں وقت نماز باجماعت کی خوشی سے پابندی، ایک دوسرے سے ہمدردی، چھوٹوں کا پاس اور بڑوں کا ادب لحاظ، یہ دستور العمل تھا۔مخدومی چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ہوسٹل کے وارڈن اور جماعت احمدیہ لاہور کے امیر تھے اور اس مضمون میں امیر صاحب سے مراد مخدوم موصوف ہی ہیں۔

ہوسٹل کی ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار اجلاس ہوتا تھا اور اسی طریق پر احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن بھی قائم تھی۔جس کا ماہانہ اجلاس ہوتا تھا۔ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب مرحوم انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے صدر تھے اور خاکسار اس کا سیکرٹری تھا۔احمدیہ ہوسٹل کے طلباء کی تعداد کم وبیش تیس اور انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے ارکان کی تعداد اسّی کے قریب تھی۔ان تنظیموں نے طلباء کے اندر دینی اور دنیاوی ترقی کی روح پیدا کی اور تبلیغ کو اپنا شعار بنایا۔جس کے نتیجے میں بہت سے جوہر قابل، غیر احمدی طلباء میں سے،سلسلہ کے اندر داخل ہوئے اور بعد میں انہوں نے سلسلہ کی بڑی بڑی خدمات کیں۔

برادرم محترم ملک غلام فرید صاحب ہوسٹل کے روح رواں تھے۔نمازوں کی پابندی کراتے تھے۔ایسا بھی ہوا ہے کہ صبح کی نماز میں کوئی طالب علم اگر نہیں اٹھا تو چارپائی اوپر اور سونے والا نیچے۔اگلے دن پاؤں کی آہٹ پاتے ہی ایسا خوابندہ ہڑبڑا کر اٹھتا اور وضو کے لئے لوٹا تلاش کرتا نظر آتا......ہوسٹل کا ماحول بڑی خوشی اور یک رنگی کا تھا۔ہم بعض اوقات طرحی مشاعرہ بھی کر لیتے تھے......

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بعض دفعہ ہوسٹل میں قیام فرماتے تھے۔ ایک دفعہ اسی طرح حضور تشریف لائے اور انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن نے حضور کی تقریر ہوسٹل میں کرانی چاہی۔ وقت تھوڑا تھا۔ اشتہار چھاپے گئے۔عشاء کی نماز کے بعد ہم نے مل کر شہر کے مختلف حصے اشتہار چسپاں کرنے کے لے بانٹ لئے۔ لئی کا ایک ہنڈا پکوایا گیا۔رسی سے بندھے ہوئے مٹی کے برتنوں میں لئی ڈال دی گئی اور ہر طالب علم سائیکل پر یا پیادہ لئی کا برتن ایک ہاتھ میں اور اشتہاروں کا بنڈل دوسرے ہاتھ میں لے کر اپنے اپنے حلقہ کے لئے روانہ ہو گیا۔رات کے تین بجے تک اشتہار چسپاں ہو چکے تھے اور صبح کو شاید ہی بجلی کا کوئی کھمبا ہو جس پر اشتہار چسپاں نہ کیا گیا ہو۔دعوتی کارڈ بھی تقسیم کئے گئے اور دوسرے دن حضرت صاحب کی تقریر ہوسٹل کے صحن میں نہایت کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔

1920ء کی بات ہے کہ پونڈ کا نرخ گرا ہوا تھا۔اس لئے مسجد احمدیہ لندن کے لئے تقریباً ایک لاکھ روپیہ کے پونڈ حضور نے خریدنے چاہے۔اس رقم کو بڑی بڑی جماعتوں پر بانٹ دیا گیا اور جہاں تک مجھے یاد ہے کہ لاہور کی جماعت کے ذمہ اٹھارہ ہزار روپیہ آیا تھا۔جس کی وصولی کے لئے قادیان سے حافظ روشن علی صاحب ایک وفد لے کر لاہور آئے تھے۔امیر صاحب نے جمعہ میں اس رقم کے لئے تحریک فرمائی اور کوئی لمبی چوڑی تقریر میں اپیل نہیں کی بلکہ یہ فرمایا کہ اس رقم کو پورا کر دینا جماعت کا فرض ہے اور بحیثیت امیر اس رقم کو پورا کر دینا میرا فرض ہے۔ اس زمانہ میں جمعہ کی نماز دہلی دروازہ سے باہر میاں چراغ دین صاحب مرحوم کے دو کمروں میں ادا کی جاتی تھی۔کیونکہ مسجد احمدیہ ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔

جمعہ کی نماز کے بعد دوستوں نے وعدے لکھوانے شروع کئے جو ایک ہفتہ کے اندر ادا ہونے تھے۔خاکسار نے بطور سیکرٹری احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن چند دوستوں سے مشورہ کرنا چاہا کہ ہم کیا رقم پیش کر دیں۔ میرا خیال 500 روپیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے وعدہ کرنے کا تھا کہ اتنے میں امیر صاحب کی آواز آئی کہ کیا مشورہ کر رہے ہو۔ مسلم لیگ نے لاہور کے کالجوں کے مسلمان طلباء سے دو ہزار روپیہ چندہ مانگا ہے۔ میں احمدی طلباء سے دو ہزار روپیہ طلب کرتا ہوں۔بس ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن اس ارشاد کی تعمیل میں فوراً چندہ فراہم کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ ہر طالب علم نے انتہائی ایثار کا نمونہ دکھایا جو کچھ جس کے پاس تھا۔ اس نے دے دیا۔نتیجہ یہ تھا کہ دو ہزار سے اوپر رقم جمع ہو گئی۔ اور کُل اٹھارہ ہزار روپیہ وصول ہو کر وفد کامیابی سے واپس ہوا۔

(مضامین مظہر، محمد احمد مظہر ایڈوکیٹ لائل پور، شائع کردہ مجلس انصار اللہ و مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور1972ء، ملخص از صفحہ 108تا 111)

بقیہ از صفحہ 4:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا پیغام

چاروں ممتاز اصحاب میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔احمدیت قبول کرنے میں غالباً وہ حضرت مفتی صاحب سے بھی زمانہ کے لحاظ سے پہلے تھے اور صداقت کی تائید میں وہ ایک برہنہ تلوار تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کی روحوں پر اپنی رحمت کی بارش برسائے جنت میں ان کا مقام بلند کرے۔ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے میدان میں جماعت کے لئے ایک نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کے پیچھے بھی چلو وہ ہدایت کا مینار ثابت ہوگا۔ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور خاص صحابہ کا ہے اور جماعت کا فرض ہے کہ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کر کے اپنے لئے مشعل راہ پیدا کرے۔ان میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں ایک ستارہ ہے اور ہر ایک ایک خاص قسم کے نُور کا حامل ہے۔اور ہر ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک صحبت کے طفیل ایک مقناطیس ہے بشرطیکہ جماعت کے نوجوان اپنے اندر مجذوبیت کی صفت پیدا کر لیں۔ پھر انشاء اللہ وہی ہوگا جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بایّھم اقتدیتم اھتدیتم۔ و توفیقنا الّا باللّٰہِ العظیم۔"

مجلس انصاراللہ سے متعلق میری یادداشتیں

(چودھری محمد ابراھیم۔ لندن)

یہ 27رفروری 1957ء کا دن تھا جب خاکسار کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل اور مجلس انصاراللہ کے اس وقت کے نائب صدر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم ملا۔ حضور نے مجھے اس وقت کے مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے قائد عمومی حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے نام ایک چٹ دی اور ارشاد فرمایا کہ آپؒ نے میری تقرری دفتر انصاراللہ میں فرمادی ہے لہٰذا آج ہی وہاں جا کر چارج لے لوں۔ اس وقت دفتر کا عملہ ایک کلرک (حضرت منشی عبدالرحیم صاحب شرماؓ)، ایک مددگار کارکن اور ایک چوکیدار کُل تین افراد پر مشتمل تھا۔

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے دفتر کی بنیاد سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 20رفروری 1956ء کو اپنے دست مبارک سے رکھی تھی۔ میرے آنے تک دفتر کی عمارت کی چھت پڑ چکی تھی مگر کھڑکیاں اور دروازے ابھی نہیں لگے تھے۔ کھڑکیوں کو عارضی طور پر اینٹوں سے بند کیا گیا تھا۔ ایک دن مَیں دفتر میں کام کررہا تھا تو تیز ہوا چلنے کی وجہ سے کھڑکی کی جگہ لگی ہوئیں اینٹیں ہل رہی تھیں اور عین ممکن تھا کہ وہ گر پڑتیں۔ ایک دو دن کے بعد جب مَیں نے اس کا ذکر حضرت میاں ناصر احمد صاحبؒ سے کیا تو آپؒ نے بڑی فکر انگیزی کے ساتھ اس کا نوٹس لیا اور جلد ہی عمارت میں کھڑکیاں نصب کروادیں۔

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کا دَور

جب حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو انصاراللہ کا نائب صدر مقرر فرمایا تو آپؒ کے ایک ساتھی نے کہا کہ میاں صاحب اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اس پر حضرت میاں صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ مَیں کیسے بوڑھا ہوگیا بلکہ انصاراللہ جوان ہوگئی ہے۔

انصاراللہ کے مرکزی اجتماع میں حاضری

مجلس انصاراللہ کا پہلا مرکزی اجتماع 1955ء میں تعلیم الاسلام کالج کے ہوسٹل میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے دَور میں منعقد ہوا۔ چونکہ انصار کا اجتماعات میں شامل ہونا ان کی تربیت اور جماعت کی ترقی کے لئے انتہائی ضروری تھا اس لئے مرکزی عہدیداران نے حاضری کے لئے بھرپور تگ ودَو کی۔ حضرت میاں صاحب کی بھی اس طرف خصوصی توجہ تھی۔ علاوہ دیگر کوششوں کے انصاراللہ کی شعبہ مہمان نوازی کی طرف بھی خصوصی توجہ دی گئی تھی۔ اجتماع سے چند دن قبل قصور کے متموّل دوست مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب انصاراللہ کے دفتر میں حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ان کے بیٹے کی دعوت ولیمہ فلاں تاریخ کو قصور میں منعقد ہورہی ہے آپ سے اس میں شامل ہونے کی درخواست ہے۔ حضرت میاں صاحب نے انصاراللہ کے مرکزی اجتماع کی وجہ سے معذرت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ ملک صاحب! آپ کے بیٹے کی دعوت ولیمہ انصاراللہ کے مرکزی اجتماع کے موقعہ پر کیوں نہ کر دی جائے۔ جس کو ملک صاحب نے بخوبی قبول فرمالیا۔

اگلا اجتماع جو 1958ء یا 1959ء میں منعقد ہوا۔ اس سے قبل حضرت میاں صاحب نے مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف، مکرم صالح محمد صاحب اور دو دیگر دوستوں کو ارشاد فرمایا کہ کل تک مجھے ایک ایک سو فاختہ کا شکار چاہئے۔ چنانچہ یہ شکار انصاراللہ کے اجتماع میں تیار کر کے مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ واپس اپنی مجلس میں جا کر کئی دوستوں کی یہ صدائے بازگشت سنی گئی کہ اجتماع میں ضرور جانا چاہئے کیونکہ میاں صاحب اجتماع پر انصار کو فاختائیں کھلاتے ہیں۔

انصاراللہ کے دفتر کی عمارت مکمل ہونے پر دفتر کے باغیچہ اور پودوں کے لئے پانی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ انصاراللہ کے دفتر میں ایک چھوٹا ٹیوب ویل لگوایا جائے۔ یہ 1962ء یا 1963ء کی بات ہے کہ ٹیوب ویل کے لئے بورنگ پلانٹ چنیوٹ سے منگوایا گیا۔ حضرت میاں صاحب نے مجھے ہدایت دی کہ بورنگ کے دوران اتنی اتنی گہرائی پر نکلنے والی ریت کے نمونے آپؒ کو دکھائے جائیں۔ چنانچہ ان نمونوں کی ریت کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں تیار کی گئیں لیکن دن بھر حضرت میاں صاحب کی مصروفیت کی وجہ سے آپؒ سے ملاقات کرنا مشکل معلوم ہورہا تھا۔ چنانچہ اگلی شام کو ڈاک کے ساتھ خاکسار نے وہ تھیلیاں بھی حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں بھجوادیں۔ بعدازاں آپؒ نے ملنے پر ارشاد فرمایا کہ تم نے ریت کی جو تھیلیاں مجھے فائل میں بھجوائی تھیں۔ ان میں سے ایک تھیلی پھٹ گئی جس سے میرا بستر گندا ہوگیا۔ مَیں نے عرض کیا کہ آپ کی چادر تو آٹھ آنے میں دھوبی دھودے گا مگر آپ سے جلد ہدایت ملنے کے نتیجہ میں انصاراللہ کے سینکڑوں روپے بچ گئے ہیں کیونکہ پلانٹ کا کرایہ تو روزانہ کے حساب سے بڑھ رہا تھا۔

انصاراللہ کی پکنک

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ایک ماہانہ اجلاس میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ حضورؒ خلافت کی عظیم ذمہ داریوں کی وجہ سے دربند ہوگئے ہیں، اُن کو کھلی فضا میں لے جانے کے لئے پکنک کا انتظام کیا جائے اور حضورؒ کو اس میں شامل ہونے کی درخواست کی جائے۔ یہ تجویز بہت پسند کی گئی۔ جب حضرت مولانا صاحب نے مجلس عاملہ کی طرف سے حضورؒ کی خدمت اقدس میں درخواست کی تو حضورؒ نے ازراہِ نوازش پکنک کی تاریخ اور وقت عنایت فرمایا اور جگہ کے لئے زیر تعمیر نیو کیمپس کی عمارت قرار پائی۔ پکنک کے دوران عاملہ کے ارکان کو حضور کی بیش قیمت گفتگو سننے کا موقعہ ملا اور محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی نے ایک مزاحیہ انشائیہ پیش کیا جس سے تمام بزرگان بے حد محظوظ ہوئے۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا دَور

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے خلافت کے بعد تین سال (1965ء تا 1967ء) تک مجلس انصاراللہ کی ذمہ داریاں بھی اٹھائے رکھیں۔

اگرچہ مجلس کی عمومی نگرانی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (جو اُس وقت نائب صدر تھے) کے سپرد رہی مگر صدر خود حضورؒ ہی رہے۔ 1968ء میں حضورؒ نے آئندہ انتخابات تک مرزا مبارک احمد صاحب کو صدر نامزد فرما دیا۔ مجلس انصاراللہ مرکزیہ کو 1968ء سے 1978ء تک آپ کی قیادت میسر رہی اور مجلس ترقی کی شاہراہوں پر رواں دواں رہی۔ مرکز میں دو تین نئی قیادتوں کا اضافہ ہوا جن میں قیادت 'قلمی دوستی' نمایاں تھی۔ اس قیادت کا بنیادی مقصد پاکستانی انصار کا بیرونی مجالس کے انصار کے ساتھ قلمی دوستی کا تعلق قائم کرنا تھا۔

محترم میاں صاحب اپنی پُرکشش شخصیت کے ساتھ بے انتہا دانشمند، غیور اور بہت گہری سوچ رکھنے والے بزرگ تھے۔ اپنے تجربے اور بیرونی ممالک کے مسلسل دوروں کی وجہ سے ان کی سوچ میں بڑی گہرائی اور وسعت تھی جس کی وجہ سے انصاراللہ کو بہت فائدہ پہنچا۔ 1974ء کے بعد جب حالات نے پلٹا کھایا اور جماعت پر پابندیاں لگنے کا احتمال ہوا تو آپ نے مجلس انصاراللہ کی ایک تحریک خاص مقرر کی۔ رقوم کی فراہمی کے لئے اس تحریک کو عام تو نہ کیا گیا لیکن صدر مجلس نے ذاتی طور پر مخیّر اور صاحبِ استطاعت احباب کو اس فنڈ میں حصہ لینے کی بذریعہ خطوط تحریک کی۔ اس میں بہت کامیابی ہوئی اور ایک لاکھ روپے کی خطیر رقم تو صرف لندن والوں نے ادا کردی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا تاریخی دورِ صدارت

اکتوبر 1978ء کی مجلس شوریٰ انصاراللہ مرکزیہ نے آئندہ تین سال کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ کا انتخاب بطور صدر مجلس مرکزیہ کیا۔

یکم جنوری 1979ء کی صبح حضرت میاں صاحب دفتر انصاراللہ تشریف لائے۔ مَیں نے اٹھ کر سلام کیا اور اپنی کرسی آپ کی خدمت میں پیش کی جس میں بیٹھ کر آپ نے حضورؒ (خلیفہ ثالث) کی خدمت میں دعائیہ خط لکھ کر اطلاع دی کہ مَیں نے آج انصاراللہ کا چارج لے کر کام شروع کر دیا ہے۔

مَیں انصاراللہ کی ڈاک دکھانے اور ہدایات لینے کے لئے حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں دفتر وقف جدید میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز مَیں نے دیکھا کہ انصاراللہ مرکزیہ کا ایک رجسٹر آپ کی میز پر پڑا ہے۔ تین چار روز کے بعد جب مَیں حاضر ہوا تو آپؒ نے اُس رجسٹر کا ایک صفحہ نکال کر فرمایا کہ نومبر 78ء میں انصاراللہ کے اکاؤنٹ میں دو رقوم (اٹھاون ہزار اور بیالیس ہزار روپے) میاں مبارک احمد صاحب صدر مجلس اور تمہارے نام سے جمع ہوئی ہیں یہ رقوم کیسی ہیں؟ مَیں نے عرض کر کے اُسی وقت دفتر انصاراللہ میں فون کروایا اور اکاؤنٹنٹ سے ایک فائل دفتر وقف جدید میں ہی منگوالی۔ پھر عرض کیا کہ جولائی 78ء میں محترم شیخ مبارک احمد صاحب جو انصاراللہ مرکزیہ کے نائب صدر تھے کو صدر مجلس محترم مرزا مبارک احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ جماعتی دورہ پر انگلستان جا رہے ہیں، انصاراللہ کی ہماری ''تحریکِ خاص'' کے لئے بھی کوشش کریں۔ محترم شیخ صاحب نے نومبر 1978ء میں بذریعہ فون یہ اطلاع دی کہ اس مد میں پانچ ہزار پونڈ کی رقم جمع ہوئی ہے۔ یہ رقم انہوں نے لندن میں تحریک جدید کی مد میں جمع کروادی۔ اُس رقم کو مقامی روپیہ کے حساب سے محترم مرزا مبارک احمد صاحب نے تحریک جدید سے انصاراللہ کے نام منتقل کر دیا اور یہ رقم حضرت میاں صاحب اور خاکسار کے حوالہ سے انصاراللہ مرکزیہ کے اکاؤنٹ میں جمع کر لی گئی۔ یہ کہانی سن کر حضرت میاں صاحب نے اطمینان کا اظہار کیا۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کا انصاراللہ میں آنا رحمت خداوندی ثابت ہوا۔ انصاراللہ کی رگوں میں نیا خون دوڑنے لگا۔ نیا جذبہ، نئی سوچ کے ساتھ ایک ایسے اولوالعزم مردِ مجاہد جس نے آگے جا کر خلافت کا گراں بہا بوجھ اٹھانا تھا کو انصاراللہ کی قیادت میسر آنا واقعی انصاراللہ کو جوان کر گئی۔ صدارت کی ابتداء میں خاکسار جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے فرمایا کہ حضور کا خطبہ جمعہ مختلف مراحل طے کرتے ہوئے جماعتوں تک اخبار الفضل کے ذریعہ پہنچتے ہوئے تین چار مہینے لے لیتا ہے حالانکہ خلیفۂ وقت کا ارشاد تو فوری طور پر جماعتوں کو جانا چاہئے۔

1978ء میں حضرت میاں صاحب نے اپنی فیملی کے ساتھ اپنے ذاتی خرچ پر دنیا کے کئی ممالک کا سفر اختیار کیا۔ جرمنی میں آپ کو ایک ایسی Cassette Duplicator Machine نظر آئی جو کہ تین منٹ میں ایک کیسٹ تیار کر دیتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی منظوری سے یہ مشین منگوائی گئی اور کراچی میں رکھ کر خطبہ جمعہ کی کیسٹس تیار کروا کر ضلعی جماعتوں کے امراء کو بھجوانی شروع ہوگئیں جو بہت جلد جماعتوں میں سرکولیٹ ہونا شروع ہوگئیں۔

مجالس سے رابطے اور عہدیداروں کے ریفریشر کورسز

حضرت میاں صاحب کے دَور میں مجالس سے رابطے کرنے اور عہدیداران کے ریفریشر کورسز کے لئے خاص کوشش ہوئی۔ اس مقصد کے لئے آپ نے خود بھی دُور دراز کے سفر اختیار کئے۔ اگر پیدل بھی سفر کرنا پڑا تو آپ نے پرواہ نہیں کی۔ دوروں کے لئے عام طور پر جمعہ کا دن مقرر کیا جاتا۔ جماعت کو جو بات کہنے والی ہوتی وہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرما دیتے۔ جمعہ کے بعد عہدیداران سے میٹنگ ہوتی اور شام کو سوال و جواب کی محفل سجتی جس میں غیر از جماعت معززین بھی شامل ہوتے۔ رات کو ربوہ واپسی ہوتی۔ آپ نے دوروں میں اس قدر محنت کی کہ رات دن ایک کر دیا۔ صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

ربوہ سے ملتان کا سفر اختیار کیا گیا۔ مکرم ملک خالد مسعود صاحب اور خاکسار ساتھ تھے۔ مغرب سے تھوڑی دیر پہلے ملتان پہنچ گئے۔ انصاراللہ کے عہدیداران سے ملاقات کے علاوہ سوال و جواب کی طویل نشست ہوئی۔ رات گئے فارغ ہوئے۔ صبح ساڑھے سات بجے ناشتہ کر کے بہاولپور روانہ ہوئے۔ راستہ میں میرے ماموں اور خاکسار کی زمین پڑتی تھی۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درخواست کی کہ ہمارے ڈیرہ پر ایک کپ چائے پی کر دعا کرواتے جائیں۔ فرمایا کہ پہلی درخواست نامنظور اور دوسری دعا والی منظور۔ تھوڑا سا کچا راستہ تھا اور کھیت کی وَٹ پر چلنا پڑا تھا۔ حضرت میاں صاحب شیر کی طرح وَٹ پر چل رہے تھے۔ مجھ سے اور میرے ماموں سے زمین کی تفصیلات پوچھتے رہے اور لمبی دعا کروائی۔ میرے ماموں مرحوم یہ بات کہا کرتے تھے کہ حضرت میاں صاحب کی دعا کی وجہ سے ہماری فصل میں اتنی برکت پڑی کہ ہم لوگ حیران رہ گئے۔

اگلی منزل ایک گاؤں کی جماعت تھی جہاں احمدیوں کے علاوہ غیر از جماعت دوستوں سے بھی ملاقات کی اور لودھراں کیلئے روانہ ہوگئے۔ لودھراں کی جماعت سے ملاقات کے بعد بہاولپور کیلئے روانگی ہوئی۔ عہدیداران اور احباب سے

ملاقات اور نمازوں کی ادائیگی کے بعد شہر کے معززین کے ساتھ سوال و جواب کی محفل تھی۔ جب رات کے گیارہ بج گئے تو فرمانے لگے کہ جب آپ تھک جائیں تو مجھے بتادیں۔ ایسی پُرسرور مجلس کے ختم ہونے کی بھلا کون تمنا کرے۔ ساڑھے گیارہ بجے ہم نے مقامی عہدیداران سے یہ کہہ کر محفل ختم کروائی کہ میاں صاحب صبح آٹھ بجے کے ملتان سے چلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ محفل ختم ہوئی تو ہماری خواہش تھی کہ کہیں چارپائی میسر آئے تو کچھ آرام کا موقع ملے۔ عہدیداران نے عرض کیا کہ آپ کی رہائش کا انتظام فلاں ریسٹ ہاؤس میں کیا گیا ہے تو فرمایا کہ نہیں مَیں نے تو واپس ربوہ پہنچنا ہے کیونکہ کل صبح فضل عمر فاؤنڈیشن کی ایک بہت اہم میٹنگ ہے۔ چنانچہ کچھ دیر بعد روانہ ہوئے۔ پھر رات کے ایک بجے میری خواہش پر راستے میں مجھے اپنے ڈیرہ کے قریب اتار دیا اور خود آگے روانہ ہوگئے۔

اگلے روز ملک خالد مسعود صاحب نے مجھے بتایا کہ مجھے اتارنے کے بعد حضرت میاں صاحب نے ڈرائیور کو پیچھے بٹھادیا اور خود سٹیئرنگ پر بیٹھ گئے۔ صبح کی اذان ہورہی تھی کہ ہم لوگ ربوہ میں داخل ہوئے۔ آپؒ نے گاڑی ڈرائیور کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ ملک صاحب کو گھر اتار دیں۔ لیکن ہم نے مناسب سمجھا کہ مسجد مبارک میں نماز پڑھ کر گھر جائیں۔ جب ہم مسجد پہنچے تو دیکھا کہ حضرت میاں صاحب بھی نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے ہیں۔ نماز کی ادائیگی کے بعد آپ گھر گئے اور ٹھیک آٹھ بجے میٹنگ کے لئے دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن پہنچ گئے۔ یعنی میٹنگ میں ایک منٹ بھی لیٹ نہیں ہوئے۔ میٹنگ کے بعد آپ اپنے دفتر وقفِ جدید تشریف لے گئے اور دو بجے کے قریب دفتر بند ہونے پر گھر تشریف لے گئے۔ سچی بات یہی ہے کہ حضرت میاں صاحب کی ڈکشنری میں آرام نام کا کوئی لفظ نہیں تھا۔ ؎ 'خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را'

ماہنامہ انصاراللہ کی سرکولیشن میں نمایاں اضافہ

1980ء یا 1981ء کے شروع میں حضرت میاں صاحبؒ نے خاکسار کو ماہنامہ ''انصاراللہ'' کا مینیجر مقرر کرتے ہوئے مالی معاملات کے بارہ میں خاص طور پر ہدایات سے نوازا۔ اس وقت ماہنامہ کی سرکولیشن 1,900 تھی اور ماہنامہ ہزاروں کا مقروض تھا۔ حضرت میاں صاحب کی راہنمائی اور جماعت میں آپؒ کے مقام نے ایک خاص کردار ادا کیا۔ سرکولیشن میں اضافہ کے لئے ایک سکیم منظور ہوئی جس پر عملدرآمد سے خاص کامیابی عطا ہوئی اور سرکولیشن بڑھ کر 7,200 تک پہنچ گئی اور ماہنامہ اپنے اخراجات کے لئے خود کفیل ہوگیا اور نہ صرف مجلس کی کسی اعانت کا محتاج نہ رہا بلکہ تین لاکھ سے اوپر ریزروفنڈ بھی حاصل ہوگیا۔

مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب کا دورِ صدارت

جون 1982ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ کے خلافت کے عظیم منصب پر متمکن ہونے کے بعد حضورؒ نے مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب کو قائمقام صدر مقرر فرمایا۔ مکرم چودھری صاحب 1999ء تک اس خدمت پر مامور رہے۔ اس دوران ضیاء الحق کے آرڈیننس کے بعد یہ دور جماعت کیلئے پُرآشوب اور ابتلاؤں کا دور تھا مگر چوہدری صاحب کی متحمل مزاج اور دلیرانہ قیادت مجلس کو میسر رہی۔ قدم قدم پر دشمن کے رکاوٹیں کھڑی کرنے کے باوجود مجلس انصاراللہ ترقی کی شاہراہ پر رواں دواں رہی۔ آپ کی خاموش اور دانشمندانہ اور ضرورت کے مطابق رہنمائی سے مجلس کی ہر جہت میں ترقی ہونے لگی۔ الحمدللہ

1990ء میں خاکسار ذاتی طور پر جلسہ سالانہ انگلستان میں شامل ہوا۔ اس سفر میں صدر مجلس کے ارشاد پر ماہنامہ ''انصاراللہ'' کے لئے بھی کوشش کی۔ مجلس انصاراللہ برطانیہ کے صدر مجلس مکرم اسلم جاوید صاحب کا تعاون حاصل ہوا اور برطانیہ میں رسالہ کی خریداری دوسو تک پہنچ گئی اور وعدوں کے علاوہ اسّی ہزار روپیہ نقد چندہ بھی وصول ہوگیا۔ اس کامیابی پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

اسیر راہِ مولیٰ بننے کی سعادت

ضیاء الحق کے آرڈیننس کے بعد احمدیوں کے خلاف مقدمات کی بھرمار ہونے لگی۔ مجلس انصاراللہ کی تنظیم بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکی۔ چنانچہ 1985ء سے لے کر 2001ء تک ماہنامہ ''انصاراللہ'' کے ایڈیٹر، پبلشر اور پرنٹر پر پاکستان کی مختلف عدالتوں میں 26 مقدمات درج ہوئے۔ ربوہ سے لے کر کراچی تک مقدمات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ ربوہ، جھنگ، لاہور، نوابشاہ، سانگھڑ، حیدرآباد، کراچی، ٹنڈو آدم اور شہداد پور کی عدالتوں میں ہمیں حاضری دینا پڑی۔ فروری 1994ء میں الفضل کی ٹیم کے ساتھ ہمیں بھی چنیوٹ جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ اسیری کا یہ دَور ایک ماہ تک جاری رہا۔ دورِ اسیری کے حوالہ سے خاکسار کا ایک مضمون ''الفضل انٹرنیشنل'' 26 جولائی 1996ء میں شائع ہوچکا ہے۔

1985ء سے لے کر 2001ء تک مقدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک مقدمہ ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ میں ایسا بھی درج ہوا جس میں وہ دفعات لگائی گئیں جن کی سزا موت تھی۔ ہم حسبِ ہدایت تاریخ مقدمہ پر نہیں جارہے تھے جس کی وجہ سے پولیس نے چھاپے مارنے شروع کردیئے۔ اس مقدمہ میں ضمانت کروانے کا چانس بہت کم تھا۔ ان حالات میں دوستوں نے ملک چھوڑنے کا عندیہ دیا۔ کوشش کرنے پر اگست 2003ء میں انگلستان کا ویزہ لگ گیا۔ مگر مجھے باہر جانے کے لئے شرح صدر نہ تھا سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ میں واقفِ زندگی تھا۔ ریٹائرڈ تو مَیں 1996ء میں ہوچکا تھا مگر ہر سال خدمت میں توسیع مل رہی تھی۔

الحمدللہ اکتوبر کے آخر میں مجھے دفتر انصاراللہ کی طرف سے خط مل گیا کہ آئندہ سال مجھے توسیع نہیں دی جارہی۔ مَیں دفتر سے دو ماہ کی رخصت پر تھا لہٰذا اس خط کے آنے پر میری ساری ہچکچاہٹ دُور ہوگئی اور میں بفضلہٖ تعالیٰ لندن پہنچ گیا۔ یہاں اسائیلم کا کیس کروایا اور فائل کے ہمراہ اُن 26 مقدمات کی فہرست لگائی گئی جن میں خاکسار نامزد تھا۔ متعلقہ افسر نے مجھ سے پوچھا کہ آپ 1990ء میں بھی لندن آئے تھے اس وقت آپ نے کیس کیوں دائر نہ کیا؟ میرے عرض کرنے پر کہ مَیں تو آنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اب میرے خلاف سندھ کے صوبہ میں (جو میری جائے رہائش سے چھ سو میل دُور ہے) دفعہ C 295 کا مقدمہ درج ہوا ہے جس کی سزا موت ہے اور گزشتہ کیسز کی طرح ضمانت کا بھی کوئی امکان نہ تھا اور پولیس میرے پیچھے تھی لہٰذا مجھے مجبوراً ملک چھوڑنا پڑا۔

الحمدللہ ایک ماہ کے اندر میرا کیس منظور ہوگیا۔ تب سے حسب ہدایت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ خاکسار کو اعزازی طور پر مجلس انصاراللہ برطانیہ میں خدمت کی توفیق عطا ہورہی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

تعلیمی پرچہ جات میں اعلیٰ کامیابی

شعبہ تعلیم مجلس انصاراللہ برطانیہ کی طرف سے تعلیمی پرچہ تمام انصار کو بھجوایا جاتا ہے۔ انصار یہ پرچہ حل کرنے کے بعد اپنے زعیم مجلس کے توسط سے مرکز میں بھجواتے ہیں۔ حوصلہ افزائی کے لئے ذیل میں ایسے انصار بھائیوں کے نام (مع اسماء مجالس) درج کئے جارہے ہیں جنہوں نے مختلف تعلیمی پرچہ جات میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر آپ کا نام یا آپ کی مجلس کا نام اس فہرست میں شامل نہیں ہے تو اس بارہ میں ضرور غور فرمائیں اور تعلیمی پرچہ جات کے حل کرنے کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ ان پرچہ جات کو مرتب کرتے ہوئے یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ ان کے نتیجہ میں انصار کو اپنی تعلیمی، تربیتی اور روحانی ترقی کا موقع ملے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان فوائد کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

2015۔ پیپر نمبر 3۔4۔5

مجلس ٹوٹنگ: عبداللطیف شاہین صاحب۔ عبدالمجید صاحب۔ عبدالقدوس قمر صاحب۔ عبدالشکور خان صاحب۔ امانت اللہ خان صاحب۔ اسد محمود صاحب۔ انجم محمود صاحب۔ اختر محمود احمد صاحب۔ بشارت احمد صاحب۔ دین محمد صاحب۔ فاروق احمد صاحب۔ غلید ایم اے محمود صاحب۔ متین احمد صاحب۔ کلیم احمد صاحب۔ محمود بشیر مرزا صاحب۔ مبارک احمد صاحب۔ مبارک منصور صاحب۔ محمد عطاء الکلیم صاحب۔ محمد اقبال شمس صاحب۔ ڈاکٹر محمد جمیل الدین صاحب۔ محمد قاسم صاحب۔ منور احمد مبشر صاحب۔ مظفر احمد شیخ صاحب۔ نجم الثاقب صاحب۔ ڈاکٹر نسیم احمد صاحب۔ نصیر احمد صاحب۔ نصیر احمد بھٹہ صاحب۔ نوید احمد ناگی صاحب۔ قمر احمد صاحب۔ رفیق احمد بھٹی صاحب۔ رشیدالدین صاحب۔ سرفراز احمد صاحب۔ شاہد احمد صاحب۔ شکیل احمد سید صاحب۔ شکور ندیم احمد صاحب۔ سید منور احمد زاہد صاحب۔ طاہر محمود گوندل صاحب۔

مجلس برمنگھم ویسٹ: مبشر ندیم قریشی صاحب۔ شاہد محمود چوہدری صاحب۔ منصور احمد سید صاحب۔ رفیع احمد شاہنواز صاحب۔ ڈاکٹر عبدالفہیم صاحب۔ چوہدری امتیاز احمد صاحب۔ خالد احمد صاحب۔ سیف اللہ عارف صاحب۔

مجلس بولٹن: مبشر احمد صاحب۔ عبدالحمید صاحب۔ سلمان پراچہ صاحب۔ جلیل الرحمٰن صاحب۔ ناصر احمد صاحب۔ سید رجیت صاحب۔ رفیق بٹ صاحب۔

مجلس بالہم: حبیب الرحمٰن غوری صاحب۔ شاہد محمود صاحب۔ عباس احمد صاحب۔ پروفیسر نواز احمد صاحب۔ خلیفہ نسیم الدین صاحب۔ نصراللہ احمد صاحب۔ محمد خالد ورک صاحب۔ راشد احمد صاحب۔ نعیم اللہ علوی صاحب۔ ظفر سلام خان صاحب۔ مرزا رضوان احمد صاحب۔ مشہود اسلم صاحب۔ عطاالقادر طاہر صاحب۔ وحید احمد صاحب۔ مسعود علی کبیر صاحب۔ نصیر عابد صاحب۔

مجلس روہیمپٹن ویل: رانا اے مجیب صاحب۔ خالد اے کاہلوں صاحب۔ رفیق اے نصیر صاحب۔ فاروق احمد صاحب۔ ایم سرور صاحب۔ احسان اللہ صاحب۔ حبیب اللہ شاد صاحب۔ بشارت احمد ممتاز صاحب۔ رانا اے غفار خان صاحب۔ رانا نصیر احمد صاحب۔

مجلس ٹوٹنگ براڈوے: محمد افضل صاحب۔ آغا سیف اللہ صاحب۔ لطیف احمد صاحب۔ شیخ مبشرالدین صاحب۔ وسیم احمد صاحب۔ انیس احمد صاحب۔ منصور احمد صاحب۔ توقیر احمد صاحب۔ امیر عالم صاحب۔ محمد امجد صاحب۔ پرویز آصف صاحب۔ امتیاز احمد بھٹی صاحب۔ فضل عمر بٹ صاحب۔ ظفر اقبال صاحب۔ خالد محمود صاحب۔ فضل عمر محمود صاحب۔ ناصر احمد مغل صاحب۔ مرزا مقبول بیگ صاحب۔ اکرام اللہ مجیب صاحب۔ اعجاز احمد پرویز صاحب۔ ریاض محمد صاحب۔ شیخ طارق محمود صاحب۔ میر حامد یوسف صاحب۔ مبشر احمد ظفر صاحب۔

مجلس مسجد فضل: رانا وسیم احمد صاحب۔ محمود احمد صاحب۔ بشیر احمد بٹ صاحب۔ انس محمود منہاس صاحب۔ منور احمد صاحب۔ ناصر احمد سعید صاحب۔ عبدالسمیع صاحب۔ شاہد محمود صاحب۔ محمد طارق صفدر صاحب۔ محمود احمد صاحب۔ مظفر احمد رانجھا صاحب۔ محمد اقبال خانصاحب۔ مولوی نذیر احمد صاحب۔ مرزا عبدالرحیم انور صاحب۔ مبشر ندیم احمد صاحب۔ مسرور احمد صاحب۔ منصور احمد ابرار صاحب۔ شفیق احمد صاحب۔ محمد وجیہہ الرحمٰن صاحب۔ آغا عبدالکریم صاحب۔ مظفر احمد صاحب۔ ثاقب قریشی صاحب۔ انتو بنو صاحب۔ عصمت اللہ چوہدری صاحب۔ مبشر احمد صاحب۔ مبشر احمد صاحب۔ عکرمہ نجمی صاحب۔ طاہر احمد صاحب۔ ناصر احمد مربی صاحب۔ طاہر محمود صاحب۔ مبشر احمد چوہدری صاحب۔ نعیم احمد رضا صاحب۔ محمد محسن اعوان صاحب۔ غلام مصطفیٰ صاحب۔ شریف احمد صاحب۔ نصیر محمد خان صاحب۔ ملک بشیر احمد کھوکھر صاحب۔ عبدالتوحید صاحب۔ عبدالوحید صاحب۔ اظہر احمد شاہ صاحب۔ نصیر احمد صاحب۔ نصیر احمد صاحب۔ بشیر احمد صاحب۔ سید محمد احمد صاحب۔ نصیرالدین ہمایوں صاحب۔ ظفر احمد صاحب۔ افضل احمد صاحب۔ خیر محمد پاشا صاحب۔ ناصر بھٹی صاحب۔ فرید احمد صاحب۔ محمد مختار احمد صاحب۔ اقبال احمد صاحب۔ ممتاز احمد صاحب۔ فضل احمد صاحب۔ بشیر احمد صاحب۔ اکرام اللہ احمد صاحب۔ اجمل خان پاشا صاحب۔

مجلس برنٹوڈ: طارق محمود ساجد صاحب۔ عامر احمد صاحب۔ عبدالقدیر خان صاحب۔

مجلس ساؤتھ فیلڈ: توصیف احمد صاحب۔ شیخ محمد حنیف صاحب۔ بشارت اللہ خان صاحب۔ محمد شریف ناز صاحب۔ شیخ انوار حمید صاحب۔ مظفر احمد بھٹہ صاحب۔ مجید احمد کرامت صاحب۔ منور احمد صاحب۔ شہباز احمد صاحب۔ لطیف احمد صاحب۔ لئیق احمد صاحب۔ انوار احمد صاحب۔ نصراللہ ناصر صاحب۔ محمود احمد صاحب۔

مجلس ووکنگ: خورشید احمد سعید صاحب۔ طاہر محمود صاحب۔ چوہدری ارشد محمود صاحب۔

مجلس پریسٹن: داؤد احمد پیر صاحب۔

پردہ کے فوائد

(ڈاکٹر شریف احمد اشرف۔ لندن)

پردہ کرنا عورت اور مرد دونوں کے لئے ہی بہت مفید ہے۔

پردہ کا مطلب اپنے آپ کو مضر چیزوں سے ڈھانپنا یا اپنے اور دوسرے کے درمیان دیوار قائم کرنا ہے۔ بلاشبہ اسلام کا یہ انتہائی اہم حکم ہے جس کے فوائد اور نقصانات کو آج کی میڈیکل سائنس ثابت کر رہی ہے۔

موجودہ آزاد معاشرہ میں بے حجابانہ تعلقات (Free Mixing) اور ایک دوسرے کو دیکھنے کے نتیجہ میں جو بداثرات ہردو (مرد و خواتین) پر مرتب ہوتے ہیں وہ Harmonal Changes کا باعث بنتے ہیں جس کے نتیجہ میں عورتوں میں مخصوص ایام میں بے قاعدگی اور بعض دیگر امراض بھی پیدا ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ مخلوط آزادی کے نتیجہ میں ایڈز، آتشک اور اسی طرح کی انتہائی خطرناک بیماریاں گھیر لیتی ہیں جو آخرکار موت کے منہ میں لے جاتی ہیں۔ اور زندگی بھر مختلف تکالیف میں مبتلا رکھتی ہیں۔ صحت کے علاوہ پیسے اور وقت کا نقصان بھی ناقابل تلافی ہوتا ہے۔

مذکورہ تکالیف سے بچنے کا بڑا آسان علاج یہی ہے کہ انسان اپنے ربّ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے۔ اپنے لباس اور اپنی خوراک کو سادہ رکھتے ہوئے بے جا تضیع اوقات سے خود کو بچانے کی کوشش کرے۔ بے مقصد یا ناجائز خواہشات کے تابع اپنی زندگی گزارنے کی بجائے غرباء اور نادار مریضوں کی مدد کر کے اُن کی دعائیں لے اور ہمیشہ یہ خیال رکھے کہ اُس کے دنیا میں آنے کا مقصد اپنے ربّ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

توکّل علی اللہ...... خلفائے احمدیت کے ایمان افروز واقعات

(محمود احمد انیس۔ مربی سلسلہ یو کے)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ (سورۃ الطلاق: آیت 4) یعنی جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔

ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت کے بابرکت نظام سے وابستہ فرمایا ہے۔ ہمارے پیارے آئمہ ہمیں توحید اور توکل علی اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اور سب سے زیادہ خود اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ان مبارک وجودوں کی پاکیزہ زندگیاں توکل علی اللہ کے شیریں ثمرات سے معمور ہیں اور ان کا مبارک اسوہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اس مضمون میں چند ایمان افروز واقعات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

....

ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں مانتے

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ سے خاص پیار کا تعلق تھا۔ آپ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر غیر معمولی بھروسہ تھا۔ کتابیں آپ کے خلافت سے پہلے اور بعد کے توکل علی اللہ کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ آپ نے چار برس تک پنڈ دادنخان کے سکول میں بحیثیت ہیڈ ماسٹر کام کیا۔ اس ملازمت کے زمانہ کا آپ کا ایک واقعہ آپ کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:

ایک مرتبہ وہاں پر انسپکٹر مدارس آ گئے۔ میں اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ بھی آ جائیں تو انہوں نے بجائے اس کے کہ میرے ساتھ کھانا کھاتے مجھے فرمایا کہ کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں انسپکٹر مدارس ہوں اور میرا نام خدا بخش ہے۔ میں نے کہا۔ اچھا آپ بہت ہی نیک آدمی ہیں مدرسوں کے ہاں کھانا نہیں کھاتے تو بس پھر تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔ یہ کہہ کر میں بڑے مزے سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور وہ بیچارا اپنا گھوڑا خود ہی پکڑے ہوئے اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ شاید اب بھی یہ کسی لڑکے کو میرا گھوڑا پکڑنے کے لئے بھیجے۔ جب میں نے کوئی لڑکا نہ بھیجا تو اس نے خود مجھ سے کہا کہ کسی لڑکے کو تو بھیج دیجئے۔ جو میرا گھوڑا تھام لے۔ میں نے کہا کہ جناب! آپ مدرسوں کے گھر کا کھانا تو کھاتے ہی نہیں کیونکہ آپ اس کو رشوت سمجھتے ہیں تو پھر ہم لڑکے کو گھوڑا تھامنے کے لئے کیسے کہہ دیں کیونکہ وہ تو یہاں صرف پڑھنے ہی آتے ہیں گھوڑے تھامنے کے لئے تو نہیں آتے۔ پھر اگر کسی لڑکے کو گھوڑا تھامنے کے لئے کہہ دیا جائے تو آپ یہ بھی کہیں گے کہ اس کو کہیں باندھ بھی دو اور گھاس بھی ڈالا جائے تو جب آپ مدرسوں کے کھانے کو رشوت سمجھتے ہیں تو ہم آپ کے گھوڑے کو گھاس کیسے دیں۔

اس کا گھوڑا بڑا شور کرتا تھا۔ اتنی دیر میں اس کے ملازم بھی آ گئے۔ انہوں نے گھوڑے کو باندھا اور جلدی ہی روٹی وغیرہ تیار کر لی۔ اس نے کہا میں امتحان لوں گا۔ میں لڑکوں کو امتحان کے لئے تیار کر کے علیحدہ جا بیٹھا۔ وہ خود ہی امتحان لیتا رہا۔ بعد میں مجھے کہنے لگا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ بڑے لائق ہیں اور بڑی لیاقت سے آپ نے نارمل وغیرہ پاس کر کے بہت عمدہ اسناد حاصل کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی باعث سے آپ کو اس قدر ناز ہے۔ میں نے بات سن کر کہا جناب ہم اس بالشت کے کاغذ کو خدا نہیں سمجھتے اور ایک شخص کو کہا کہ بھائی اس بُت کو ذرا نکال کر تو لاؤ۔ پھر اس کے سامنے ہی منگا کر اس کو پھاڑ ڈالا اور دکھلا دیا کہ ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں مانتے۔ اس شخص کو میری اس طرح اسناد کو پھاڑ ڈالنے کا رنج بھی ہوا۔ جس کا اُس نے نہایت تأسف سے اظہار کیا اور کہنے لگا کہ آپ کے اس نقصان کا باعث میں ہوا ہوں۔ نہ میں یہ بات کہتا اور نہ آپ کا یہ نقصان ہوتا۔ لیکن حقیقت میں جب سے میں نے اس ڈپلوما کو پھاڑا تب ہی سے میرے پاس اس قدر روپیہ آتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ میں نے لاکھوں روپیہ کمایا ہے۔

(حیات نور۔ صفحہ 14 تا 15)



ہمارا خدا ہمارا ضامن ہے

خلفاء اپنے متبعین کو اپنے قول و عمل سے توکل علی اللہ، قناعت اور خودداری کا درس دیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ محترم عبدالعزیز صاحب ڈوگر یوں تحریر فرماتے ہیں:

کراچی سے کچھ مہمان حضور کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ان کے اعزاز میں عصر کے بعد ایک ٹی پارٹی کا اہتمام حضور نے اپنے ناصر آباد والے خوبصورت باغ میں کروایا ...... خورونوش کے بعد ایک صاحب اٹھے انہوں نے عرض کی حضور یہ حبیب بینک سے جب چاہیں اور جتنا کیش چاہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں آپ کے اکاؤنٹ کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ میڈل ہی کافی ہے۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ حضور یہ میڈل صرف چھ سات افراد کے پاس ہی ہے جو اس بینک کے مالک ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ نے اس بینک پر احسان کیا تھا جب ہم نے اس کو شروع کیا۔ ہماری مدد کے لئے اس وقت کوئی مسلمان لیڈر آگے نہیں آیا۔ ہم نے سارے انڈیا میں بڑی کوششیں کی تھیں تب ہم قادیان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہماری خواہش پر اپنی طرف سے ہماری مدد فرمائی اور پھر اپنی جماعت کو بھی ہدایت فرمائی کہ یہ مسلمانوں کا پہلا بنک ہے اس کی ہر ممکن مدد کریں۔ آپ کی دعا اور تعاون سے آج یہ بینک پاکستان میں مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے۔ مگر آپ ہجرت کر کے خالی ہاتھ وہاں سے آئے ہیں۔ آپ کو ضرورت ہوگی اس لئے یہ میڈل آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ نیز عرض کیا آپ ربوہ ایک ایسی جگہ آباد کر رہے ہیں اگر وہاں یا کسی اور جگہ صنعت

کے میدان میں کوئی کارخانہ لگانا چاہیں تو جس قدر مالی امداد کی ضرورت ہو وہ آپ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ وہ دوست سیٹھ حبیب تھے جو حبیب بینک کے بانی تھے۔ کچھ دیر مجلس رہی پھر انہوں نے واپسی کے لئے اجازت اور رخصت چاہی۔

جب حضورؒ انہیں الوداع کرنے لگے تو حضورؒ نے فرمایا ٹھہریں ہم اپنے مہمان کو خالی ہاتھ نہیں بھجوانا چاہتے۔ پھر وہی میڈل آپ نے ان کو دے دیا اور فرمایا آپ کا تحفہ مجھے مل گیا اور ہم اب یہ آپ کو دے رہے ہیں۔ وہ کچھ پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہوا۔ حضور نے فرمایا سیٹھ صاحب! ہمارا خدا ہماری سب ضرورتیں پوری کرتا ہے اور کبھی وہ وقت نہیں آیا جب اس نے ہماری ضرورت پوری نہ کی ہو۔ اس میڈل کو لے کر میں اپنے خدا کے احسانوں کی ناشکری نہیں کرسکتا۔ یہ بھی ایک شرکِ خفی ہوگا کہ اس سے ہم اپنی ضرورت پوری کریں۔ ہمارا خدا ہمارا ضامن ہے وہ ہماری سب ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اس لئے میں آپ کا تحفہ شکریہ کے ساتھ اور محبت بھرے جذبات کے ساتھ آپ کو پیش کررہا ہوں۔ رہا سوال صنعت کے لئے روپیہ کا حصول تو ہم کو خدا نے اس کام کے لئے بنایا ہی نہیں۔ ہمیں خدا کا نام ساری دنیا میں پھیلانا ہے اور دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں۔ (یادِ حبیب، صفحہ 46 تا 48)



بھٹو یہ الفاظ سن کر منجمد ہو کر رہ گئے

بالعموم دیکھنے میں آتا ہے کہ دنیادار لوگ مفاد پرستی اور خوشامد کی زندگی گزارتے ہیں۔ جب اور جہاں فائدہ نظر آیا اس کے مطابق ڈھل گئے۔ وہ دنیوی اکابرین کی پوجا کرتے اور ان سے مل کر بڑے خوش خوش دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ دین کے معاملات میں نہ دنیاداری کی چمک دمک کو کوئی اہمیت دیتے ہیں اور نہ ہی دنیوی مناصب کو خاطر میں لاتے ہیں۔ ان کی ایمانی طاقت، توکّل علی اللہ اور شانِ استغناء قابلِ دید ہوتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا اللہ تعالیٰ سے بہت محبت اور پیار کا تعلق تھا اور اس تعلق کی بدولت آپ کو ایک خاص شانِ استغناء عطا ہوئی تھی۔ آپ کے دَور میں جماعت پر ابتلاء آئے جن میں سے 1974ء کا واقعہ سب سے نمایاں ہے جب اس وقت کے حاکم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے سیاسی رفقاء کو ساتھ ملا کر جماعت کو اپنے زُعم میں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا قانون پاس کروایا۔ سب دنیا جانتی ہے کہ وہ ایک سیاسی فیصلہ تھا اور اس کے سیاسی مقاصد تھے۔ چنانچہ بعد میں ایک موقع پر جب بھٹو کی طرف سے حضور رحمہ اللہ کو چائے کی پیشکش کی گئی تو آپ نے غیرتِ ایمانی کے جذبہ سے اسے قبول کرنا پسند نہ فرمایا۔ اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ جب بھٹو صاحب جماعت احمدیہ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے تو انہوں نے (حضرت) خلیفہ ثالثؒ کو اپنی سرکاری رہائشگاہ پر ملاقات کی دعوت دی۔ جماعت کے خلاف اس ظالمانہ اور تعزیری آئینی ترمیم کے باوجود وہ جماعت احمدیہ کی تائید اور امداد کے خواہش مند تھے۔ بھٹو صاحب کا عذر یہ تھا کہ ''وہ دلی طور پر ایسی ترمیم نہیں چاہتے تھے ان کے نزدیک ان کی کی ہوئی ترمیم کا دائرہ کار نہایت محدود اور خالصتاً آئینی تھا اور مقصد اس کا صرف اتنا تھا کہ یہ واضح کردیا جائے کہ آئین کی روشنی میں احمدی مسلمان ہیں یا نہیں نیز یہ کہ ترمیم کسی صورت میں بھی احمدیوں کے اس حق پر اثر انداز نہیں ہوگی کہ وہ اپنے مذہب پر جس طرح چاہیں عمل کریں۔ ہم بنیاد پرستوں کا منہ بند کرنا چاہتے تھے اس لیے یہ ترمیم پیش کرنے پر ہم مجبور تھے۔ اس مؤقف کو انہوں نے بار بار دہرایا۔ کہنے لگے ہم بُرے تو ہیں لیکن دوسری سیاسی پارٹیوں سے بہتر ہیں۔ بولے مجھ پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ جماعت کے خلاف اس سے بھی زیادہ سخت قدم اٹھاؤں لیکن مَیں ایسا ہرگز نہیں کروں گا''۔

آخر میں چائے آگئی اور بھٹو صاحب نے ایک پیالی بنا کر (حضرت) خلیفہ ثالثؒ کی خدمت میں پیش کی۔ آپؒ نے چائے پینے سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''آپ ملکی حکومت کے سربراہ ہیں اور میں اس ملک کا شہری ہوں آپ نے مجھے بلوایا اور میں آپ کے بلاوے پر آگیا۔ ایک شہری کی حیثیت سے مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا تھا جو میں نے ادا کردیا۔ لیکن یہ امر کہ میں آپ کی میزبانی بھی قبول کروں بالکل الگ معاملہ ہے۔ خصوصاً جبکہ آپ نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایسی معاندانہ اور یک طرفہ کارروائی کی ہے اس لیے معذرت چاہتا ہوں۔ مَیں چائے کی یہ پیالی نہیں پی سکتا''۔

بھٹو ایک بڑے خود پسند اور متکبّر انسان تھے یہ الفاظ سن کر منجمد ہو کر رہ گئے۔ پیالی اُن کے ہاتھ میں تھی جسے آہستہ سے انہوں نے میز پر رکھ دیا۔

(ایک مردِ خدا، صفحہ 175 تا صفحہ 176)



اے غلامِ مسیح الزماں ہاتھ اٹھا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین تھا اور آپ توکّل علی اللہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کے توکل کے بے شمار واقعات ہیں۔ صرف بطور مثال یہ عرض ہے کہ آپ کے زمانہ میں آمرِ وقت نے جماعت کو پابندیوں اور مظالم کا نشانہ بنایا۔ یہاں تک کہ حضور رحمہ اللہ کو وطن سے ہجرت کرنا پڑی۔ آپ اس متکبر اور جابر حکمران کو جماعت پر مظالم سے باز رہنے اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے بار بار خبردار اور متنبہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسے مباہلہ کا چیلنج بھی دیا لیکن وہ باز نہ آیا۔

اس دَور کے مظالم میں سے ایک نمایاں واقعہ ساہیوال کا ایک جھوٹا مقدمہ ہے جس میں ملوث اسیران نے حضور کی دعاؤں سے موت کے منہ سے رہائی پائی۔ حضور رحمہ اللہ کا خدا تعالیٰ کی ذات پر ایسا توکل تھا کہ جب ساہیوال مقدمہ کے اسیران کو سزائے موت سنائی گئی اور اسیران نے پھانسی کی کوٹھڑی کے حوالہ سے حضور کو خط لکھا تو حضور نے جواباً فرمایا: ''کبھی مُردوں نے بھی زندوں کی شہ رگ پر پنجہ ڈالا ہے۔'' (سیدنا طاہر نمبر صفحہ 68 شائع کردہ جماعت احمدیہ برطانیہ)

اسی طرح حضور نے فرمایا:

جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ ضیاء الحق نے موت کی سزا صرف ایک شخص کے لئے نہیں رہنے دی بلکہ زیادہ معصوموں پر اس سزا کو پھیلا دیا ہے تو انہیں دنوں میں بہت

بے قراری سے دعاؤں کا موقع ملا اور میں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ الیاس منیر کھلی فضا میں ایک چارپائی پر میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اسی وقت میں نے سب کو بتا دیا اور بار ہا خطوں کے ذریعہ بھی تسلی دی کہ دنیا ادھر سے ادھر ہوسکتی ہے مگر الیاس منیر کی گردن میں پھانسی کا پھندا نہیں پڑے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ایک کے سایہ میں یہ سارے بھی اللہ کے فضل سے شامل تھے۔ (الفضل انٹرنیشنل 12 اگست 1994ء)

حضور رحمہ اللہ کی پہلے سے کہی ہوئی نظم کا ایک شعر یوں لگتا ہے جیسے انہی حالات کے بارہ میں کہا گیا ہے:

عصرِ بیمار کا ہے مرض لادوا ، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا
اے غلامِ مسیح الزماں ہاتھ اٹھا ، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

بہر حال دنیا نے دیکھا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے وقت کے امام کی دعاؤں کو سنا اور اس کے توکل کی لاج رکھی کہ سزائے موت پانے والے تو موت کے پنجہ سے نجات پا گئے لیکن خدا کی غیرت نے اس متکبّر حکمران کو ایسے رنگ میں ہلاک کیا کہ اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گیا۔



ہمارا انحصار خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے

دنیا کا یہ دستور ہے اور اسی پر عمل ہم روزمرہ کی زندگی میں مشاہدہ بھی کرتے ہیں کہ بعض چھوٹے ملکوں کے اکابر اپنے سے طاقتوروں سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کئے ہوتے ہیں۔ وہ ان سے ملتے وقت ان کی خوشامد کرتے ہیں اور ان کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اور ''بڑے'' بھی اپنے ملاقاتیوں سے ایسی ہی توقع رکھتے ہیں اور انہیں کچھ دے کر اپنی حیثیت اور شان وشوکت پر ناز کرتے اور اِتراتے ہیں۔ لیکن اللہ کے پیارے، اللہ پر نظر رکھتے ہیں اور دنیاداروں سے ملتے وقت ان سے کچھ لینے کی بجائے محض خدا کی خاطر اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں انہیں امن وسلامتی کا درس دیتے ہیں اور سیدھی راہ کی نصیحت کرتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ بتاریخ 20 رجولائی 2012ء میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ان دنیاداروں سے نہ ہم نے کچھ لینا ہے، نہ ہمارا یہ مقصد ہے۔ میرے امریکہ کے دورے کی رپورٹس الفضل میں پڑھنے والوں نے تو پڑھ لی ہوں گی۔ امریکہ میں اُس جگہ اور عمارت میں جو کیپیٹل ہل (Capitol Hill) کہلاتی ہے، جہاں امریکی کانگریس اور سینیٹ (Senate) بیٹھ کر اپنے ملکی اور دنیا کے فیصلے کرتی ہیں، جہاں اس ملک اور بھی مختلف دفاتر ہیں، وہاں ایک ہال میں فنکشن بھی ہوا تھا، جہاں میں نے انہیں مختصر خطاب کیا تھا۔ ہمارے بعض مخالفین نے، خاص طور پر پاکستان میں اسے ہمارے خلاف، جماعت کے خلاف اچھالنے کی کوشش کی تاکہ احمدیوں کے خلاف مزید بھڑکایا جائے۔ لیکن بہرحال ان کو کوئی خاص پذیرائی تونہیں ملی۔ ان کا یہ مؤقف تھا کہ میں احمدیوں کے لئے امریکی حکومت سے کوئی مدد مانگنے آیا ہوں یا نعوذ باللہ ملک کے خلاف، پاکستان کے خلاف کوئی سازش کرنے گیا ہوں۔ یہ تو جو کچھ میں نے وہاں کہا اُسے سن کر، اگر ان کی انصاف کی آنکھ ہو تو، جو نہیں ہے، تو خود ہی انصاف سے فیصلہ کر لیں گے اور ہر عقلمند فیصلہ کر سکتا ہے کہ مَیں لینے گیا تھا یا انہیں کچھ دینے اور بتانے گیا تھا۔

ہمارا انحصار خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ جماعت کی ترقی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہے، کسی حکومت کی مدد سے نہیں۔ اور نہ کبھی ہمارے دل میں یہ خیال آیا ہے۔ ملک کے خلاف سازش کا سوال ہے تو ہم ان لوگوں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں جن کا نہ پاکستان کے بنانے میں کوئی کردار ہے، نہ اس کے قائم رکھنے میں کوئی کردار ہے، بلکہ یہ لوگ تو دونوں ہاتھوں سے ملک کو لوٹ رہے ہیں اور تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

جہاں تک لینے کی بات ہے تو یہ بھی بتادوں کہ 2008ء میں جوبلی کے جلسہ پر جب مَیں وہاں گیا تھا تو وہاں ایک ریسیپشن (Reception) بھی تھی جس میں مقامی لوگ آئے ہوئے تھے لیکن اس میں صرف ایک سینیٹر تھوڑی دیر کے لئے آئے ...... اُن سے دومنٹ بات ہوئی تو مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ یہ انداز مجھے ایسا لگا جیسے یہ کہہ رہے ہوں کیا مانگنے آئے ہو؟ کیونکہ پاکستانیوں کے متعلق اُن کا شاید یہی تصور ہے کہ مانگنے آتے ہیں۔ تو اُسے مَیں نے کہا کہ مَیں تمہارے سے کچھ لینے نہیں آیا۔ اس وقت بھی میں نے اس کو کہا تھا کہ تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ اگر تم دنیا میں امن قائم کرنا چاہتے ہو تو تمہیں کیا طریق اختیار کرنے چاہئیں اور کس طرح اپنی پالیسیز بنانی چاہئیں......۔

پس ہمارا مقصد تو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی حمد اور اُس کی رضا ہونا چاہئے اور ہے، نہ کہ کسی دنیادار سے تعلقات ہماری انتہا ہے۔ یہ کبھی نہ ہماری انتہا ہوئی ہے، نہ ہے، نہ انشاء اللہ ہوگی۔ اور نہ ہی ہماری زندگی کا مقصد ان دنیاداروں سے کچھ حاصل کرنا اور ان تک پہنچنا ہے اور چاہے وہ امریکہ کا کیپٹل ہل ہو یا کوئی اور ایوان ہو، وہاں کا فنکشن نہ کبھی ہماری زندگی کا مقصد رہا ہے اور نہ ہوگا اور نہ ہونا چاہئے۔ یہ ہماری انتہا نہیں۔ ہماری انتہا ہر احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے۔ وہ جتنا بھی پڑھا لکھا ہے اور لوگوں سے تعلقات ہیں کہ خدائے واحد کے آگے جھکنے والا دنیا کو بنانا ہے، یہ ہمارا انتہائی مقصود ہے۔ آنحضرت ﷺ کے جھنڈے کو تمام ایوانوں اور ملکوں کے جھنڈوں سے اونچا کرنا ہے۔ یہ ہمارا مقصد ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 10 تا 16 اگست 2012ء صفحہ 7)

الحمدللہ کہ ہم خدا کے ان پیاروں سے منسلک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفۂ وقت کی تعلیمات پر عمل کرنے اور مبارک طرزِ زندگی کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور خلافت کی برکات اور فیوض سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین

اگر آپ اپنی ذاتی یا کسی بھی پسندیدہ کتاب کا تعارف اس رسالہ کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں یا رسالہ میں اشاعت کے لئے مضمون بھجوانے کے سلسلہ میں رہنمائی چاہتے ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

0744 33 96 495

سیرۃ محترم سیّد میر داؤد احمد صاحب مرحوم و مغفور

سال گزشتہ میں اشاعت کے مراحل طے کر کے ہر طبقۂ فکر میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جانے والی ایک نہایت خوبصورت کتاب حضرت میر داؤد احمد صاحبؒ کی زندہ و جاوید پاکیزہ سیرت کے حوالہ مرتب کی گئی تھی۔ حضرت میر صاحبؒ بے شمار خوبیوں کے مالک اور بزرگوں کے علاوہ اپنے شاگردوں میں بھی ہردلعزیز تھے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے بہت سے بزرگوں اور حضرت میر صاحبؒ کے شاگردوں نے آپؒ کے ذکر خیر سے یوں بھی لطف اٹھایا کہ مذکورہ کتاب کی ورق گردانی کے بعد پھر اپنی ذاتی یادداشتوں کے حوالہ سے حضرت میر صاحب مرحوم کی بعض ایسی خوبیوں سے پردہ اٹھایا جو آپ کی پاک طبع کا جزو لاینفک تھیں۔ اسی حوالہ سے محترم ملک محمد احمد صاحب (حال مقیم مائنز۔ جرمنی) کا مرسلہ ایک مختصر نوٹ ہدیۂ قارئین ہے۔ آپ رقمطراز ہیں کہ:

حضرت میر داؤد احمد صاحب نہایت شفیق، ملنسار اور اعلیٰ درجہ کے منتظم تھے۔ ...... ''سیرت داؤد'' میں بزرگوں کے ساتھ آپ کے حسن سلوک کا ایک واقعہ درج ہے کہ کس طرح آپ نے مکرم مہاشہ فضل حسین صاحب کی وصیت کے منسوخ ہونے کا علم ہونے پر بقایاجات کی ادائیگی کا انتظام کر کے وصیت بحال کروادی۔

دراصل مکرم مہاشہ صاحب ایک دیرینہ خادم سلسلہ تھے اور بعارضہ فالج معذور ہو کر ہروقت لیٹے رہنے پر مجبور تھے۔ اسی لئے حضرت میر صاحب اُن کا خاص خیال رکھتے تھے اور اپنی بیگم صاحبہ کے ہمراہ بھی اُن کا حال دریافت کرنے جایا کرتے تھے۔

مکرم مہاشہ صاحب کرایہ کے ایک مکان میں مقیم تھے۔ کرایہ 60 روپے ماہوار تھا۔ ایک دفعہ شدید بارشوں کی وجہ سے مکان کی چھت ٹپکنے لگ گئی اور بیرونی دیوار بھی گر گئی۔ مکرم مہاشہ صاحب نے اپنی اہلیہ کے ہاتھ ایک رقعہ لکھ کر حضرت میر صاحب کو بھجوایا کہ میری کتابیں برباد ہو رہی ہیں اور مکان مخدوش حالت میں ہے۔ اگر آپ میری مدد فرمائیں اور کوئی مکان 60 روپے ماہوار کرایہ تک مہیا کروادیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ دوسرے ہی دن حضرت میر صاحب کا جواب آ گیا۔ خاکسار اُس وقت مکرم مہاشہ صاحب سے ملنے گیا ہوا تھا اور اُن کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ انہوں نے حضرت میر صاحب کا رقعہ پڑھ کر بتایا کہ میر صاحب نے لکھا ہے کہ مکان مل گیا ہے مگر مالک مکان سے طے ہوا ہے کہ وہ کرایہ مجھ سے (حضرت میر صاحب سے) لیا کرے گا اس لئے آپ کرایہ مجھے بھجوا دیا کریں۔ مَیں جامعہ کے طالب علم بھجوا رہا ہوں وہ آپ کا سارا سامان نئے مکان میں پہنچا دیں گے۔

طلباء نے مکرم مہاشہ صاحب کا سامان نئے مکان میں منتقل کروا دیا تو پھر حضرت میر صاحب کار میں مکرم مرزا خورشید احمد صاحب کے ہمراہ تشریف لائے اور دونوں بزرگوں نے مکرم مہاشہ صاحب کو سہارا دے کر کار میں بٹھایا اور نئے مکان میں چھوڑ آئے۔ قریباً ڈیڑھ سال تک مکرم مہاشہ صاحب ہر ماہ 60 روپیہ (برائے کرایہ مکان) مکرم میر صاحب کو بھجواتے رہے۔ پھر مکرم مہاشہ صاحب اپنے بچوں کے پاس تین ماہ کے لئے کراچی چلے گئے۔ جونہی وہ واپس ربوہ پہنچے تو مالک مکان (مکرم سیٹھ محمد یوسف صاحب) نے اپنا ملازم بھجوایا کہ مجھے رقم کی ضرورت ہے، میرے ملازم کے ہاتھ تین ماہ کا کرایہ بھجوادیں۔ چنانچہ مکرم مہاشہ صاحب نے 180 روپے ملازم کو دیدیئے۔ چندمنٹ کے بعد ملازم سیٹھ صاحب کا رقعہ اور رقم واپس مکرم مہاشہ صاحب کے پاس لے آیا۔ سیٹھ صاحب نے لکھا تھا کہ ایک تو آپ مجھے اطلاع دیئے بغیر تین ماہ کے لئے کراچی چلے گئے اور اب مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ مَیں نے تو یہ مکان 90 روپے ماہوار کرایہ پر دیا ہوا ہے۔ چنانچہ مہاشہ صاحب نے بقیہ رقم بھی ملازم کو دیدی اور پھر ہر ماہ خود ہی کرایہ ادا کرتے رہے۔ لیکن مذکورہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت میر صاحب کے حسن سلوک پر مکرم مہاشہ صاحب کی جو حالت تھی اُسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مخلوقِ خدا کے دلوں سے اٹھنے والی ایسی ہی بے شمار دعائیں حضرت میر صاحب دن رات سمیٹا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مکرم مہاشہ صاحب نے مجھے ایک خط دیا اور کہا کہ 'یہ خط اپنے ہاتھ سے مکرم میر صاحب کو دینا ہے، کسی اَور کے ہاتھ نہیں بھجوانا'۔ وہ رمضان شریف کے دن تھے اور عصر کے بعد کا وقت ہو گیا تھا۔ خط ہاتھ میں لے کر مَیں حضرت میر صاحب کے مکان کی طرف جا رہا تھا۔ قریب پہنچا تو اچانک میر صاحب سائیکل پر گھر سے نکلے۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا مگر وہ خلافِ توقع بغیر رُکے، قصر خلافت کی طرف تیزی سے چلے گئے۔ مَیں نے قصر خلافت پہنچ کر پہرہ پر موجود کارکن سے پوچھا کہ کیا میر صاحب حضور کے پاس گئے ہیں؟ اُس نے کہا کہ مسجد مبارک کی طرف گئے ہیں۔ خاکسار نے مسجد میں دیکھا لیکن میر صاحب نہیں تھے۔ چونکہ نماز مغرب کا وقت قریب تھا اس لئے مَیں بھی وضو کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت میر صاحب ایک افریقن طالب علم کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ ایک نظر لوگوں پر ڈالی اور میری طرف آئے۔ مَیں اُن کے ہمراہ مسجد کے صحن میں آ گیا اور مہاشہ صاحب کا خط انہیں دیا۔ مکرم میر صاحب نے فرمایا کہ مَیں نے آپ کو دیکھ لیا تھا لیکن ایک مجبوری کی وجہ سے نہیں رُکا۔ دراصل جامعہ کا ایک طالب علم اعتکاف بیٹھنا چاہتا تھا مگر کوئی جگہ خالی نہیں تھی۔ ابھی مجھے منتظم صاحب نے فون کیا کہ ایک شخص نے آنے سے معذرت کی ہے۔ چونکہ مغرب تک اعتکاف بیٹھنے کے وقت میں چند منٹ رہ گئے تھے اس لئے مَیں اس طالب علم کو اپنے پیچھے سائیکل پر بٹھا کر لے آیا ہوں اور اس کی چادریں اور سامان قمر سلیمان (میر صاحب کے فرزند) لے کر آرہے ہیں۔ (اتنی دلداری اپنے طالب علموں کی کون کرسکتا ہے!)۔

حضرت میر صاحب کی نگرانی اور احساس ذمہ داری کی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ آپ افسر جلسہ سالانہ تھے۔ مکرم حسن محمد خان عارف صاحب (حال کینیڈا) شعبہ آب رسانی کے ناظم تھے اور خاکسار اُن کا نائب تھا۔ ایک رات حسب معمول مختلف لنگر خانوں اور رہائشگاہوں میں پانی پہنچانے کے لئے ماشکیوں کی ڈیوٹیاں لگا کر ہم مطمئن ہو کر گھر چلے آئے۔ اچانک رات کو گیارہ بجے مجھے پیغام ملا کہ حضرت میر صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ خاکسار اُن کے دفتر میں پہنچا تو محترم حسن محمد خان عارف صاحب بھی آ گئے۔ حضرت میر صاحب لیٹے ہوئے تھے، طبیعت خراب تھی اور جامعہ کے دو طالب علم ٹانگیں دبا رہے تھے۔ فرمانے لگے: آپ دونوں کی طرف رضا کار اس لئے بھجوائے تھے کہ اگر ایک نہ ملے تو دوسرا آجائے۔ مَیں ابھی مستورات کی بیرکوں میں گیا تھا وہاں گھڑوں میں پانی نہیں تھا، آپ کے ماشکی کہاں ہیں؟ ابھی جا کر پانی بھروائیں۔

الغرض حضرت میر صاحب کے حوالہ سے ذہن پر نقش واقعات اُن کی خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کی بہت خوبصورت مثالیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ہمارا انجام بھی بخیر فرمائے۔ آمین